

بَارِسُولُ اُور غَارِلُور

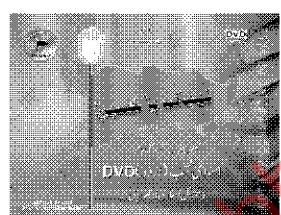
jabir.abbas@yahoo.com

عبدالكريم مشتاق مصنف

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔



سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الْوَمَانِ اور کشمیر



لپک یا حسین

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

۳ جلد اول مکتبہ سکریٹری
مکتبہ مذکورہ نمبر ۸۷-۹۱

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات شمار	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات شمار
	مجاہد کا قبول	۱۲	۶	ابتدائیہ مسجد تفضیل
۱۹	میں رئیں ایک ہی مشتعل کی ۰۰۰۰۰	۱۳	۱۰	شاہ عبدالعزیز محمد دہوی کا اقرار
۲۰	جہاد میں حیدر کار کی فضیلت	۱۴	۱۱	علامہ ابن عبدالبر
۲۱	جہاد بالسان	۱۵	۱۲	کا اعتراف
۲۲	شہزادت رسول	۱۶	۱۳	علامہ ابن حجر مکی
۲۳	عبداللہ بن مسعود کی گواہی	۱۷	۱۴	کی رائے
۲۴	حضرت عمر کا اعتراف	۱۸	۱۵	ملا علی قاری کا بیان
۲۵	جہاد بالتدبیر	۱۹	۱۶	سفیان ثوری کا اظہار
۲۶	جہاد بالسید	۲۰	۱۷	اظہار عبید
۲۷	بارگاہ درست میں عرض	۲۱	۱۸	امام احمد بن مثبل
۲۸	علوم عامتہ	۲۲	۱۹	کا اعتراف
۲۹	علوم ابویکر	۲۳	۱۰	جلال الدین سیوطی
۳۰	علوم قرآنیہ	۲۴	۱۱	کا عقیدہ
۳۱				امام غزالی کا مسلک

نمبر نمبر	عنوانات شمار	نمبر شمار	عنوانات شمار	نمبر نمبر
۹۹	عامر بن نبیرہ کون تھے؟	۳۹	لقوی و ابتدائی شریعت	۲۵
۹۰	ہجرت کے خاص و اقدامات	۴۰	زہد	۲۶
۹۲	اشعار ملقوتوی	۴۱	صدقة و النفاق	۲۷
۹۴	سائب کا مدرسنا	۴۲	فی سبیل اللہ حسن سیاست	۲۸
۹۰	براہین صابریہ	۴۳	واقعہ ہجرت مدینہ اور بخاری شریف	۲۹
۸۶	غفار رخور	۴۴	ابن حجر عسقلانی	۳۰
۸۶	مسجدہ اول	۴۵	کی راستے	
۸۶	مسجدہ دوم	۴۶	علامہ سیوطی کا بیان	۳۱
۹۰	گلکشہ	۴۷	حضرت عمر کی گواہی	۳۲
۹۰	خیبر ام معبد	۴۸	تاریخ طبری	۳۳
۹۲	تمہرے	۴۹	عقلی ثبوت	۳۴
		۵۰	اسناد روایت	۳۵
		۵۱	خیانت	۳۶
		۵۲	اوشنیلوں کا قصہ	۳۷
		۵۳	پر وہ چاک ہوتا ہے	۳۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الْمُنْصَرُوْلَهُ قَدْ لَأَصْرَهُ اللَّهُ إِذَا تَرَجَّهُ الَّذِينَ كَفَرُواْ إِنَّمَا يَشِئُ اللَّهُ
إِذَا هَمَّ بِأَنْفُسِهِ إِذَا لَقُوْلَهُ لِصَاحِبِهِ لَا شَخْرَهُ إِنَّ اللَّهَ هُوَ عَنِّا هُوَ فَانْزَلَ اللَّهُ
سَكِينَةً عَلَيْهِ وَأَيْدِيهِ بِسْمِهِ وَكَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَامِةً الَّذِينَ كَفَرُواْ السَّفَلَهُ
وَكَمِّهُ اللَّهُ هُوَ الْعَلِيُّ طَوَّلَ اللَّهُ عَزَّزَ رَحْكِيمُهُ

اگر تم (اچے سماںو !) اس رسول کی مدد نہ کرو (تو کچھ پرواہ نہیں، خدا مدد دکاریے) اس نے تو اپنے (رسول) کی اس وقت مدد کی جب کفار (مکن) نے (گھر سے) نکال باہر کیا۔ (اس وقت وہ صرف دلو ادمی تھے اور) اور دوسرے (رسول) تھے یہب وہ دونوں (غابرثون) غار میں تھے سب وہ (رسول) اپنے ساتھی کو (اس کی گیری زامدی پر) سمجھا رہے تھے کہ خوفزدہ نہ ہو اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے۔ اور اللہ نے اپنی طرف سے تیکن نازل فرمائی (رسول پر) اور ایسے شکر (غینبی) سے اپنے کی مدد کی جس کو تم لوگوں نے دیکھا تھا نہیں اور خدا نے کافروں کی بات سمجھی کر دکھانی اور خدا اسی کا بول بالا ہے۔ اور اللہ تر عزَّزَ رَحْكِيمُ ہے۔

(سورہ توبہ آیت نمبر پارہ ۷۱)

سَرَوْرِ دُوْلَامِ، سَيِّدِ الْمَهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، حَسِينِ عَالَمِينَ حَفَظَتْهُ
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَعْضُورِ نَذْرِ رَاهِهِ، عَقِيقَتْ پَيْشَرِ كَنَاهِيُوں
جِنْ کی نَفْتِ رَاهِيَّتِ اس وقت فرمائی سبب وہ عالمِ غربت میں اپنے
ساتھی کی مُدْهَارِسِ بَانَدَھَرِ ہے تھے !

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ و رحمن ہی لا گئی حمد و خاص اور ستحق شناو تو توحیث ہے کہ اُس نے انتظام کائنات کو اپنی قدرت خاص سے جاری کیا۔ تمام مخلوقات میں سے بھی آدم پر لپتے کرم کی خصوصی نوازش فرمائی۔ پھر نوع انسانی میں ملارج و مراتب کے مخاذ سے طبقات بناتے۔ ان میں بعض کو بعض پر اپنے تقضیل سے نوچیت بخشی۔ اس افضل گروہ میں بھی خصوصیات کا مخاطب فرماتے ہوئے درجہ متعدد کر دی اور اپنی مصلحت کے تحت تکلیف کو کثرت پرستی دی۔ اپنے لطف خاص سے بھی مور دل سمجھا افضل بنایا اور مخفقوں پر اس کی اطاعت واجب قرار دی۔ اس انتخاب میں نہیں اُس کے کسی رئے شاملی کی ضرورت مجوس ہوئی اور نہ ہی کسی سوراہی مجلس یا جماعت کی احتیاج در پیش آئی۔ پس اپنے علم و حکمت کے تحت اس ذاتِ علیم و حکم نے ہر عہدہ ہدایت پر اقبال افراد کو مقرر کے مناقوٰ کو مدد ایسٹ پہنچانے کی ذمہ داری خود قبول کر لی۔ اور انسان کو باوجود بخشنیں کمالات اور عطا سے قوت و ادراک کے یہ احتیاط قولیں نہ فرمایا کروہ اپنی صوابیدر سے اپنا ہادی مقرر کر کے اس کی بعیت اطاعت منظور کرے۔ پس انسان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ فلاح انسانیت کا ممکنی ہے تو وہ خدا کے مقرر کر دہ ہادی سے مدد ایت حاصل کرے اور اپنے قیامی عمل و دخل سے اجتناب کرے۔ کیونکہ تاریخِ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا میں پیدائشہ اضطرابی کیفیت کی اولین بلکہ اکیلی و جمعیت یہی ہے کہ بوگوں نے اللہ کے مقرر کر دہ ہادیوں سے تعلیم حاصل کرنے کی بجائے اپنے ذاتی و اخترائی نظریات پر بھروسہ کیا۔ اگر دنیا اخراجی نہ ماندگان کی اتباع کرتی تو اسحیر حالیت زار

ہرگز سیدلہ نہیں تھے۔
چونکہ عام انسانی علوم ناقص ثابت ہوئے ہیں اور انسان ہر قدم پر وحی
کا محتاج ہی پایا گیا ہے اس لئے اس کے سوا کوئی بحث کا سر گز ممکن نہیں ہے
کہ تمام مصنوعی انجام اور خود ساختہ نظریات سے لاتعلقی اختیار کر کے اپنے
خالق حقیقی کی جانب خلوص نیت سے رجوع کیا جائے اور اس کی نازل کر دے
ہدایات کی روشنی میں اپنے تمام مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ جب ہم اس
حقیقت کے سامنے سر جھکایں گے تو ہمارا سر دیگر اقوام کے مقابلے میں اس قدر
بلند ہو گا کہ یہی سمجھی نیچائی ہو سکے گا۔

یہ بات برباد پس ہے کہ اسلام ایک عالمگردیں ہے لیکن یہ بات حلق
سے نیچے نہیں جاتی ہے کیونکہ عالمگردی اس کا کوئی معتبر ثبوت پیش نہیں کیا گیا جس
سے باعث اذیان کی تشقی پوچھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور حاضر میں لوگ فقط مساواۃ
میں بہت دلکشی پاتے ہیں۔ اور دنیا کا زیادہ جمہکا و اسی طرف ہے کہ سب لوگ
برابر ہیں جتنا کہ اہل اسلام نے مجھی عیوب سر کر گھٹئے۔ ٹک دئے ہیں اور کہنا
رجوع کر دیا ہے کہ اسلام بھی مساوات کا درس دیتا ہے بلکہ اب ترا ایک نئی
اصطلاح نے مجھی جنم لیا ہے کہ ”اسلامی مساوات“۔

اس میں شک نہیں کہ مزعومہ ”مساوات“ اور ”اسلام“ کا آپس میں قطعی
کوئی رشتہ نہیں ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے۔ مذہب عقل و دانش ہے۔
اس کی تعلیمات کا اختصار ”عدل“ پر ہے۔ وہ قدم قدم پر غیر عادلانہ مساوات
کی خلافت کرتا ہے۔ اسلام ہرگز یکسانیت کر برداشت نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اسلامی
تعلیم بات بات پر امتیاز کا تقاضا کرتی ہے۔ وہ دین الہی ہے۔ اس میں قطعی
طور پر یہ بخالش موجود نہیں ہے گز نیک اور بد کو برابر قرار دے۔ ”حقیقی و بدکار“

کو ایک ہی مرتبہ دے۔ ”بزرگ و عزیز“ میں فرق رواز رکھتے۔ زیادہ سے زیادہ اگر اسلامی نظام میں معاویات سے مشابہ کوئی امر دھکای دیتا ہے تو وہ یہ کہ اس کے قوانین کا اطلاق سب کے لئے کیسا ہے۔ اس کے فوائد میں پورا صاحرا شہ برابر کا شر کیسے ہے۔ اسلام نہ ہی ایسی آزادی کو پسند کرتا ہے جس کے معنی ہے لکام ہوتا ہے اور نبی ایسی میساویات چاہتا ہے جس میں افضل و مفضل برابر ہو جائیں۔ اسلام کی اساس حکم ”عدل“ پر ہے کہ وہ کسی بھی پہلو سے فلم برو اشتہنیں کرتا ہے۔

میرا وضیع سخن عدل و معاویات نہیں ہے بلکہ جھیے واقعہ عبرت کے ایک نظر پر اپنے خیالات کا انہلہار کرنا ہے۔ یہ ابتدائی معروضات اس نئے پیشہ خدھت کئے ہیں کہ اسلام نے مسئلہ تفضیل پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے اور اس مسئلہ پر مسلمانوں میں صدیوں سے طبع آزمائیاں جا رہی ہیں۔ یعنی نے اور بیان کیا ہے کہ افضلیت مخاب خدا حاصل ہوتی ہے جیسے انبیاء، کو قدرتی فضیلت ہے کروہ اپنی امت سے افضل ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو یہ تصرف حاصل ہے کہ اپنے تمام انبیاء و مرسیین سے افضل ہیں۔ اور اپنے خلقاً نے بحق بھی العذان رسول اکرم ﷺ کا تمام مخلوقات میں افضل ہیں۔ عالم اسلام میں حضورؐ کی فضیلت ستر ہے۔ مگر اپنے بعد مسئلہ تفضیل میں امت کا اختلاف ہے۔ یعنی لوگ بعد از رسول حضرت ابو بکرؓ کے افضل ہونے کے قائل ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت امیر المؤمنین علیؑ این ابیطالب علیہ السلام۔

وہ جماعت جو حضرت ابو بکرؓ کے افضل ہونے کی معتقد ہے وہ ان کی افضلیت کی بحث میں واقعہ بحث میں اپنے رفاقت کو افضلیت کی ایک دلیل پیش کرتی ہے۔ کتاب ہذا میں اسی دلیل پر مختلف گوشوں سے بحث کے فریقین کے موقف کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ

کی بر رفاقت افضلیت کے لئے دلیل قرار نہیں پاسکتی ہے۔ اصل ضمنوں سے پہلے ہم نے تمہیداً اصل تفضیل پر محضراً مگر جامع روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بروگوشہ فضیلت کے اعتبار سے بعد از اشرف الانبیاء وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مخلوقات سے افضل ہیں۔ اور آپ کی افضلیت سے انکار کرنا داشمنوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ سرکار سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا ہدف فرمائچکے ہیں کہ

”علی کو نہیں پہچانا مگر خدا نے اور میں (محمد) نے“

پس یہ قول رسولؐ فضیلہ کن ہے کہ خود حضرت ابو بکر کو بھی حضرت علیؑ کی حقیقی معرفت ہرگز نہ تھی۔ لہذا وہ افضل کس طرح قرار پاسکتے ہیں ہے۔

عبداللہ بن مسٹات

مسئلہ القضیل

کسی شخص کی افضلیت کے تعین کے لئے علماء نے دو طریقے تبلیغیں افول خدا و رسول خدا کی طفتر سے نص سہ وار دوم اس شخص کے اعمال و خدمات کا باعثہ لینا جس کے بنا پر وہ افضل قرار پاتا ہے یعنی پھر سئی علامہ مفتی محمد علام سرویر قادری صاحب نے اپنی کتاب "افضلیت سیزنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" میں افضلیت کی بنیاد سات اعمال پر محصر تباہی ہے یہ موصوف تحریر کرتے ہیں کہ

"محققین اسلام و مفکرین شریعت نے افضلیت کی بنیاد سات عملیوں پر رکھی ہے۔ جہاں علوم عالمہ علوم قرآنیہ تقویٰ و اتباع شریعت پڑھتے۔ صدقہ و اتفاق قی شبیل اللہ حسن سیاست۔ افضل سہن کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام امور میں سب سے بڑھ کر رہے۔"

(۲۵۵ کتاب منکورہ)

اہل سنت راجماعت علامہ صاحب کے بیان کردہ ان اعمال کے تحت اگر حضرت علیؑ اور حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہما جائز ہے یا جائے تو جناب امیر علیہ السلام ان تمام امور میں حضرت ابو بکر سے بہت زیادہ بڑھتے ہوئے ثابت ہوتے ہیں پھر کوئی وجہ معقول نظر نہیں آتی کہ آپ کی افضلیت سے انکار کر کے حق سے خیم لوٹی کی جائے یعنی فہم ہم ہر امر میں ایک طی موازنہ پہنچ حضرت کر کے قارئین کو عورت عزوف و مگر دیتے ہیں کروہ اپناد الشہزادہ اور عحقانہ فیصل افضل فرما سکیں۔

ہمارے خدمیک سعفہت راجو بکر کی فضیلت حسن طینی سے لقینی نہیں اور ظاہر ہے لقین بجلائے خود طین سے افضل و بالا ہے یہ مقدار افضلیت یہ ہے کہ فضیلت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کو باعتبا کسی خاص صفت یا بوجہ

مختلف صفات مختلفہ کے ترجیح دینا۔ اور افضل گل وہ ہے جو طرح کی فضیلت و ادھار کی ترجیح کا جامع ہو۔ اور ترجیحی فضیلت وہ ہے جو اپنے مقابل ہم رتبہ سے کسی خاص صفت میں ممتاز ہو۔ شخص بافضل کا رتبہ دنیا و آخرت میں مفضول کے درجہ سے بلند ہوتا ہے۔ اور فاضل کی تفصیل و تکمیل مفضول پر واجب ہوتی ہے۔ افضیلت یا تو خداداد ہوتی ہے یا انسان اپنے کسب کمال سے حاصل کرتا ہے جو باری یا بار حادی طور پر ریاضی رکے خاص درجہ حاصل کرنا ہے یا جو فضیلت کے تمام گوشوں پر نظر اکھاتے ہیں تو یہ راہ پر حضرت علی علیہ السلام کے شرکرہ قدوس کے نشانات بہت نیاں رکھتے ہیں۔

حضرت علیؑ اور حضرت ابو بکرؓ کی افضیلت کا اختلاف شروع ہی سے چلا آرہا ہے اور علام کسی ایک رائے پر متفق نہ ہو سکے۔ سُنی امام حضرت ابو عینیف سے پہلے علام کی اکثریت حضرت علیؑ کو افضل قدم کرنی تھی لیکن جابر بن سلطنت کے عرب میں اگر ابو عینیف نے یہ ایک نیا عقیدہ تھا کہ افضل نہ انس بعد النبی ابو بکرؓ غیر خشم عثمانؓ ثم علیؑ (فقرۃ اکبر) جس کی تقلید میں فرقہ سینہ پابند ہوتے۔ لیکن پھر بھی سُنی علام کی کثیر تعداد نے اس تعلیم کو نظر انداز کرتے ہوئے افضیلت علیؑ المرتضی کی تائید کی اور فضیلت شیخین کی نقی کی خلاف

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا اقرار

اللہ علیہم اجمعین من کل الوجودہ نیست بلکہ علاموں حفظین نوشتہ اندکہ تفصیل احمد اشیعین علی الآخر من جمیع الوجودہ محل چہ تفصیل حضرت مرتضی علیؑ درجہا دینی و سیاسی و فضائی و فضلا و کثرت روایت و پاہشیہ و خیثت لاشیمازو زوجیت حضرت بتول زیرا بر حضرت مدرسین اکبر قطعی است۔ و ہمچین تفصیل آئیناب در قدم اسلام و اول من حصے یو دن بر حضرت فاروق نیز قطعی است۔ (قتابی عزیزی جلد اول ص ۸۸۱ امبلیو ع طبع جعیبانی دہلی)

یعنی حضرات ابو بکر و عمر کی فضیلیت جناب امیر عدیہ السلام پر سر پہلوو
ہر طرح سے نہیں ہے بلکہ یہ علماء کے مطابق امروں وال ہے کہ شیخین کو حضرت امیر[ؑ]
پر من کل الوجہ افضل مانا جائے کیونکہ معاشر ہمہ ایشیخ و سنان اور فتن
قضا یا اور کثرت روایات در شان امیر اور زوجیت ناظم زیرا وغیرہ ایسے
امور سن جن کے باعث اُن کی فضیلت حضرت ابو بکر پر قطعی طور پر ہے اور
اور آپ کی اسلام لانے میں سبقت اور نماز پڑھنے میں اولیت حضرت عمر
حضرت علیؑ کو قطعی طور پر افضل قرار دیتا ہیں۔

شاد صاحب اسی جگہ پر کچھ فرماتے ہیں اس قسم کی تفصیلی امامت حضرت
علیؑ کے لئے عملاء ہل سنت اور صوفیاء کے نزدیک جائز ہے۔ مبینا کہ حوث
عبد الرزاق، علام فارسی، حسان بن ثابت اور بعض دیگر صحابہ کا مذہب
یہی تھا۔

علامہ ابن عبد البر کا اعتراف مسند علامہ ابن عبد البر تحریر
فرماتے ہیں کہ سمعت الصالحین کہ
فضیلیت حضرت ابو بکر اور حضرت علیؑ میں اختلاف ہے ہے حضرات سلمان
فارسی، ابو ذفاری، عمار بن یاسر، حباب، حذیفہ بیانی، ابو سعید خدرا،
نیز بن ارقم کا اعتراف کہ حضرت علیؑ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان سے
افضل تھے اور ان سے پہلے اسلام لائے تھے۔

(استیعاب فی معرفة الاصحاب)

علامہ ابن حجر عسکری کی راستے موبید و قوی قبل علامہ ابن عبد البر
کا استیعاب میں یہ ہے کہ انہوں نے خبر دی ہے کہ زمانہ اصحاب میں
اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ حضرت عمر حضرت ابو بکر سے افضل تھے۔ تو وہ اس
کی ملامت کرتے اور اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ علیؑ ابو بکر سے افضل ہیں تو اس

کی ملامت ہرگز تے۔ اسی طرح ابن حجر عسکری ہیں کہ خطابی نے بعض مشارع سے خود روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ابو بکر خیر پر ہیں اور علی افضل ہیں۔ (صوات عقی محقرۃ فارسی مطبوعہ لاہور ص ۱۱)

علامہ ابن حجر عسکری ہے ہیں کہ پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سلیمان، ابوذر مقدار، جباب، جابر، ابو سعید قدری، زید بن ارقم سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ سے پہلے اسلام لاتے اور اس جماعت میں مذکورہ نے کسی غیر کو حضرت علیؑ پر فضیلت نہ دی۔

(صوات عقی محقرۃ فارسی مطبوعہ لاہور ص ۱۱۹)

مذا علی قاری کا بیان ہمارے بعض مشارع فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اچھے ہیں اور حضرت علیؑ افضل ہیں۔

(شرح فقرۃ الکربلا علی قاری احتیف مطبوعہ نہبہ پریس لاہور ص ۲۶)

سفیان ثوری کا اظہار البنمی کی اسناد سے مروی رہایت از زید بن حسان کی بناء پر سفیان ثوری حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکر اور حضرت علیؑ پر فضیلت دیتے تھے۔

(صوات عقی محقرۃ فارسی مطبوعہ لاہور ص ۲۶)

اظہار عجہ شرح عقائد سفی مطبوعہ عربی سفی نکھنڑ ص ۱۱۱ اپر اہل سنت نے اپنے عجہ کا اظہار بابیں الفاظ کیا ہے کہ،

”جناب علی المرضی اللہ کے بندرے اور مخلص اصحاب رسول اللہ صلیم کے تھے سلف میں یہی فرمان ہے۔ طرفین کے دلائل متعارض ہیں۔ اس سلسلہ افضلیت میں کوئی رائے نہیں قائم ہے کہ اور اعمال سے تعلق نہیں۔ لیکن سلف حضرت عثمان پر حضرت علیؑ کو فضیلت دیتے تھے۔“

اسی صفویہ کے حاشیہ پر ہے کہ اکثر اہل سنت کا قول ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عثمان سے افضل ہیں اور بعض متاخرین نے تو قفت کیا ہے۔

۱۷

افضلیت شیخین میں آنچ سک اجتماع امت کوئی آیت کرنی تحدیث صحیح پیش نہ کر سکا اور افضل الناس بعد النبی ابو بکر رضی عنہ عثمان رضا شان کا ثابت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے نہ دے سکا۔ علماء اہل سنت کے اقوال مختلف ہیں۔ بلکہ ہر ایک محقق اور فضیلت مزراح مسلمان آیات بینات اور احادیث سروکار بینات کر پڑھ کر تبیح نہ جال سکتا ہے کہ افضل الناس بعد النبی حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام ہیں کہ جناب امیر کی شان قرابت، زہر و عبادت، سخاوت، شجاعت، جہاد و فی سبیل اللہ، علم فی فضیلت اسلامی فنونات کا کوئی لشیر مقابل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ شارح عظاءہ لفظی فی حاشیہ حدیث ایر عبور ہو کر اعتراض کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے کیونکہ آپ کے کمالات و اختصام کرامات تواریخ سے ثابت ہے۔

حضرت اہل سنت کے پاس حضرت ابو بکر کی افضلیت کے حق میں صفت ایک ہی دلیل ہے اور وہ اجماع ہے۔ بلکن انسوں ہے سنتی علماء نے اس اجماع کو قطعی تبیح نہیں کیا بلکہ طبقی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ علام وحید الدین علماں تکھتے ہیں۔

”او را کثر اہل سنت نے کہا ہے کہ بیرونیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر افضل ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان یا حضرت علی یا حضرت عثمان اور اس عقیدہ پر شارع علیہ السلام سے کوئی قطعی دلیل نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی قطعی اجماع ہے بلکہ اجماع طبقی ہے“
(حدیث المہدی جلد ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ میور پریس دہلی، شرح مواقف ص ۷۶)

”احادیث سے بتتی فضیلت حضرت علی کی تابت ہوئی ہے کسی صحابی کی نہیں ہوتی۔“

امام احمد بن حنبل کا اعتراف

(تاریخ الخلفاء علامہ عباد الدین سیوطی مطبوعہ زین الدین ایسوس ص ۹)

امام حکام نیشا پوری نامام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ حضورؐ کے اصحاب میں کسی کے لئے اس قدر فضائل وارہ نہیں ہوئے جس تدریخت علیؐ کے لئے وارہ ہوئے ہیں۔ اسلیں بن اسحاق القاسمی ابو علی نیشا پوری اور امام احمد بن شمسیب السنانی کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں بتاب علیؐ کی شان سے زیادہ احادیث بجید اس نے کے ساتھ روایت نہیں ہوتی۔ (الرجح المطالب)

بعض علماء کا یہ قول ہے کہ ابو بکرؓ عزیز عثمان اور علیؐ میں باہم ایک دوسرے پر من جمیں الوجوه فضیلت دینے میں کوئی نص قطعی وارہ نہیں ہے۔ اور بقیہ نص قطعی کے افضلیت من جمیں الوجوه جو ایک اعتقادی بات ہے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ایسی افضلیت پر اجماع کے منفرد سونے میں کلام ہے۔ البتہ صحیح ہے کہ ابو بکرؓ کا خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ لیکن خلافت ایسی مستلزم نہیں ہے اور ہمارے مثالج میں سے شاہ ولی اللہ صاحبؓ کے ازالت اخفا میں بہت تو وہ سے شفیعین کی افضلیت تمام صحابہ پر ثابت کی ہے کہ سب اشارات و کنایات سے حرا عتقادات میں جگت نہیں ہو سکتیں۔ اور احادیث اور آیات کے اشارات میں اپنی ہیں مثلاً حدیث یا علیؐ انت منی بمنزلت معاویون من مرسی اور ائمۃ ریشم اللہ سے حضرت علیؐ کی تفضیل سب پر نکلتی ہے۔

(تیسیر القارئ)۔ ترجمہ صحیح مخاری پا ۳۳

بخلاف ائمۃ ریشم اللہ کا عقیدہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ "حضرت علیؐ میں علم کی بیوی ایضاً عنتلی اور سیوطی تھی اور تمام عشرہ مبشرہ (حضرات نثار اور ان میں شامل ہیں) پر کاپ کو قدامت اسلام، دامادی رسول صلیع فقر و مستت و حراثت و سخاوت کی وجہ سے فضیلت ہے۔

تاریخ المحدثین علام حبیل الدین سیوطی ص ۹۲ عربی مطبوعہ مصر

امام غزالی کامسلک

ججۃ الاسلام امام اہل سنت ابو حامد غزالی
اپنے رسالہ الفراہی میں علم لدنی کے ذیل میں

تحریر کرتے ہیں کہ:

”علم لدنی نبیوں کے واسطے ہے۔ اور ولائب حضرت خضر اور حضرت
علی علیہ السلام کو حاصل ہے۔“

جماعہ کا قول | تجاہد کا قول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا سچان اللہ خباب امیر کے فضائل کتنے ہیں میر اخیاں ہے کہ تین ہزار ہوں گے۔ این عباسؓ نے فرمایا تین ہزار کیا تین ہزار ہوں گے۔ پھر ابن عباس کہنے لگے۔ اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جا یعنی اور سمندر سیاہی ہو جائیں اور انسان لکھنے والے اور حن حاب کر کر تیوں لے ہوں تو بھی جب علی علیہ السلام کے فضائل کو شمارہ کر سکیں۔ (تذکرہ خواص الاممۃ عربی علام حبیط ابن جوزی صہ عربی)

”میں کرتیں ایک ہی مشتعل کی ابوکبر و عجمیخان و علی
ہم مرتبہ میں یا ران بیچھو فرقہ ہیں یا پور میں یا

پھر عصر قبل مسلم لتفضیل سے متین اگر تھوڑا اہل سنت والجماعۃ نے اپنے امام عظام حضرت نعیان بن ثابت ابو عینیہ کے مذہب کے خلاف ایک نیا عقیدہ وضع کیا اور اس کا پر چار خوب زور و شور سے کیا کچاروں یا گرتبہ اور برابر ہیں۔ ان میں پچھو فرقہ ہیں۔ یہ ترانے طریقہ مدد و مسیقی اور سخوار کرنے صحف کے ساتھ اکثر بجا کے جلتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ عقل و نقل اسے قطعی علط اور باطل ہے کیونکہ اس مادی دنیا میں کوئی موجود شے مساوات کا درجہ نہیں رکھتی۔ بنی نورع انسان حیوانات بیانات بجمادات بجروبر، اجرام نکلی ہر چیز میں فرقا ہے۔

فرشتوں میں امین و حجی حضرت حبیر بن علیؓ السلام، انبیاء و مسلمین میں سیدنا و نبیتینا و شفیعینا اور لانا حبیر صطفیؓ اصل اللہ علیہ وآلہ وسلم، جوانان بہشت میں حضرات حسینین الشہیدین امامین الشہیدین تمام دنیا و جہاں کے اولین و آخرین۔ مستورات میں سیدہ مدریقت الکبریؓ فاطمہ زہراؓ حبیبات میں ناقہ حضرت ہصالحؓ بھٹکر بھڑوں میں دنیبیہ قدر حضرت اسماعیلؓ شہروں میں بکر معتظہ اور بیدینہ منورؓ۔ مساجد میں مسجد الحرام، بھڑوں میں حجراً سود، اہمینوں میں ماه رمضان، یام نعمت میں روز جمعہ، عید غدیر، روز عاشورہ، راتوں میں لیلۃ القدر، شہر صراح و شب برات، پھرلوں میں گل کلب، جمادات میں سونا اور اجرامِ نلکی میں شمس کو فضیلت ہے۔

جاہل اور عاطم، حردہ، فرنڈہ، پاک و پلید، مدنافی و مہمن، انہا و بینا، نام و نور، رذیل و شریف، لکزوں و قوانا، سیاہ و سعید، غریب و امیر، یا گل و عاقل، مشرک مسلم، بھکوڑا و حیران و کترار، عورت و مرد، دوزخ و بہشت، رنج و راحت، فقر و فغا، فاسقا و زاید، فاجر و عاید، فدا و جانثار، غدار و نادار، مظلوم و ظالم کسی بھی حالت میں ہم مرتبہ اور سیرہ نہیں موسکتے۔ کائنات میں کوئی بادی شے ایک دوسرے کے برابر نہیں۔ ضرور مجھے رنج چھوڑ قہقہ ہے۔

انسانی بودویاں، تمدن و معاشرت، بعلجیاں، ارقدار و کفتار، خوارک و پوشک، توہہات و خجالات، رنگ و رنگ، ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں، نہ راہی کوں کا فرق ہے۔ اہل یورپ، اہلیان افریقہ، عربی و تجھی روکی و شامی، ہندی و سنسکریتی، چینی و چاپانی و غیرہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف و متشاذب ہیں۔ جب تمام کا رخاں ہے۔ ابودکایہ حوالہ ہے کہ قدم قدم پر فرق ہے تو قدم اچاہاں الی کس طرح ہم رتبہ ہو سکتے ہیں جبکہ خود انبیاء مرسیین علیہم السلام میں تفرقی فضیلت ہے، قول خدا ہے تلمذکاری نفضلنا العضدهم علی بعض دیا ہے۔ اور پھر حیار یاروں کی باری ہی کے عقیدے کا موازہ تحریک میں کرو۔ خود ہی معلوم ہو گا کہ یہ انتہائی

جلد اول اور کو راتہ عقیدہ ہے۔ ہر ایک شخص کے مراتب میں فرق ہے۔ سربراہ حملہ ک وزیر اعظم، آفیسر، اکٹر، سپاہی، مجریں وغیرہ وغیرہ سب کے اپنے اپنے درجات و مراتب ہیں۔ کوئی کسی کے برابر نہیں۔ اگر دنیا میں سب کو مادات کا درجہ بول جاتا تو انتظام تبدیل و معاشرت کا قائم بینا امر محال ہوتا۔

اس تہیہی گفتگو کے بعد ہم واپس مولوی مشتی علی غلام سرو تادی صاحب کے بیان کردہ سات اعمال کی طرت راتے ہیں اور ختصر اتفاقی جائزہ پیش کر کے پیغابت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام یعنی ارشتمی مریت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات سے من کل الوجہ بڑھ سوئے ہیں اس لئے وہ حضرت ابو بکر سے ہر لحاظ سے افضل ہیں اور اس سے انکار کرنا صرف تعصی یا غیر معقول و اندھی عقیدت کا نتیجہ ہے۔ یہ عقیدہ درست عقلاً قابل قبول ہے اور نہیں نقل اس کی تائید کرنے سمجھنے کا وجود قطعی نہیں محقق ظہی ہے۔

بہزاد میں حیدر کرال کی افضلیت

چاروں یقیناً و قطعاً معاشر افضلیت ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مارس اور حافظ سے جہاد کرنے والے مجاہدین کا درجہ اپنے فضل سے بلند فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم سے فضیلت دی ہے اس کی طرف سے درجات اور مفتخر اور رحمت ہے ان مجاہدین کے لئے اور اللہ تعالیٰ انکو را اور رحیم ہے۔

(سورہ نازار ۹۵)

اس کلام ربانی کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے جاہد کو غیر مجاہد پر فضیلت سے اونچے جاہد کا جہاد میں درجہ کمال پر سورگا اُسی تسبیت و لحاظ سے وہ فضل کا سختی قرار پائے گا۔ لیکن کراصل طلاح اسلام میں جہاد کے معنی عام یہ ہیں کہ کفار و مشرکین و غالیفین دین کے خلاف ثابت تہمی سے جنگ کرنا لیکن جہاد کو بھی علماء نے تن قسموں

میں تقسیم کیا ہے چنانچہ مفہی سرور صاحب سمجھتے ہیں کہ:

”تم سمجھتے ہیں جہاد کی تین مسماتیں ہیں ۔۔۔ اول: جہاد بالسان یعنی جہاد رہبائی کہ اسلام کا پیغام پہنچانا۔ شریعت کے احکام یعنی ادا و عمل و صحت کرنا۔ ترتیب و ترتیب اور حقانیت اسلام و صراحت ملک پر دلائل قائم کر کے مخالفین کے شکوہ کی شبہات کو رفع کرنا ۔۔۔ دوسرا: وہ جہاد جو جنگ کے وقت ہوتا ہے مثلاً عمدہ تسلیم یعنی پیش کاری اور ایچی رائے تاکم کرنا۔ مخالف کے دلول میں رعیت ڈالنا اعلیٰ طور پر جنگ میں حصہ لیتے کے لئے جاہدین تیار کرنا اور اپنی فوج کو بڑھانا اور مہال و دولت خریج کر کے الات جہاد فرائم کرنا اور فوج کے لئے مناسب مداریوں کا پیدا و بست کرنا اور طرح طریقے منصوبوں سے مخالفین کا اسلام کی جمیعت کو منتشر کر کے ان کی اجتماعی توت کو محرز ور کرنا ۔۔۔ تیسرا: جہاد بالید ۔۔۔ اور تلوار و سیوف ہاتھ میں کشیداً زار میں پہنچنا اور دست بست رہنا۔

اگر غور کی جاتے ۔۔۔ تعلیم موسیٰ کا کہ جہاد کی تیسرا قسم پہلی دو قسموں سے کم تر تیسرا کوچی ہے اور پہلی قسموں کے مقابلہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ آخرست میں کوئی جہاد کرنے کا حکم تھا یعنی اے نبی ۴۷۰ محرم“ کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمائیے اور ان پر سختی کوچیے۔ اور دوسری جنگ آپ کو حکم دیتا ہے یعنی اے نبی ۷۱۰ محرم الل تعالیٰ کی راہ میں رطیئے۔

اور خوب دشمن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باوجود جہاد کی تیسرا قسم سے بخشی فیض مصروف نہیں ہوتے البتہ پہلی دو قسم کے جہادوں میں بخشی فیض شامل و شاغل رہے۔ لہذا اب صورت جہاد کے وہی دو قسم افضل و اعلیٰ ملحوظ ہے۔

اب الفدای سے دیکھا جائے تو حضرات شیخین جہاد کے ان دونوں قسموں میں تمام محاب سے پیش پیش رہے کیونکہ ابو بکر صدیق ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے سب سے پہلے اُٹی ہیں جو ہوئے اپنی دعوت پر سب سے پیش تبلیغِ اسلام کا آغاز فرمایا۔ اُنہی کی تبلیغ سے الگا بروغمدہ صحابہ نے اسلام قبول کیا۔ اپنے پیشہ اسی تبلیغ میں معرفت رہے اور اس سلسلہ میں ذریعہ صفات برواشت کے بلکہ اخترست کی صفات کرتے ہوئے قریش کے بے حد رشتہ دکابار براہنشا تبتیے اور بیرون ہیاں پوچھ رہے۔ (انفضلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص: ۵۵)

مفتی صاحب کا یہ بیان از خود اُن کے پیغماں کا اعتراض ہے کہ حضرت ابو جہاد کو جہاد بالسیف میں کوئی نہماں پار حیثیت حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو جہاد کن چھبیسہ نادیالات و سیئے فرمائی کی ضرورت عجوس ہوئی تاکہ وہ اپنے مددوہ کے ناقص جہاد کی ملاعنة کر سکیں مفتی صاحب کی ساری محدث کو یہم ایک محوال میں بیکار ثابت کرتے ہیں کہ مدحہب اہل سنت میں "جہاد" ایک رکن اسلام ہے اس کی تعریف میں علما فتنے لکھا ہے "جہاد ہر رانع مردی فرض ہے جو استطاعت رکھے۔ عذر قول صنیعوں بیماروں اور مدقق و ران شرعی سے یہ فرضیہ ساقط ہے۔ اگر حقیق طور پر یہم جہاد کے بیان کردہ تین اقسام موصیح ہائیتے ہیں تو پھر اس تشریح اور توضیح کی وضاحت فرمائیں۔ جہاد باللسان اور جہاد بالتدبیر میں بظاہر کسی استثناء کا جواز معلوم نہیں ہوتا ہے۔

پھر یہ بات عقل انتہائی لمحو قرار باتی ہے کہ ایک شخص میدان کا رزار میں اپنی جان نشاندہ کرتا ہے۔ سچیاں روں سے اذیت اٹھاتا ہے۔ زخموں کی تکلیف برواشت کرتا ہے جان پھیل پر لگھ کر میدان میں ثابت قدری سے جہاد کرتا ہے۔ تو اس کی اس عملیہ سفر فرشی کو نظر انداز کر کے ایک لیسے شخص کو فضیلت دی جائیں تو محض زبان توجیلاتا ہے گریمیدان میں آنے سے گریز کرتا ہے۔ دلی کارست توبتا ہے مگر راستے کا خرچ پتے نہیں پاندھتا ہے۔ لوگوں کو ہوت کے منہ میں دھکیل دیتے کا مشورہ دیتا ہے مگر خود اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے۔ اب چونکہ یہ نظر پر سخت سنگدہ پر لخسار کرتا ہے اس لئے اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

بھی وجہ ہے کہ جمادیت کی صورت ہی کو شہادت کی زندگی کا انعام حاصل ہے اور سپاہی جمادی کو غازی کہا جاتا ہے۔ پس جمادی یہ اقسام جہاز اور ضمانت تو زیر عززت بھی جاسکتی ہیں مگر حقیقی اعتیار سے نہیں۔ کیونکہ اکثر مہماں پر جانوں کے جہاد اور مالوں کے جہاد کا ذکر کیا گیا ہے مگر بالوں کے جہاد پر سماکیم مفقود ہے مقلتے کی آیات قرآن میں وارد ہیں اور یہ لفظ جہا دانے لغوی معنی تبدیل کر کے مسلمانوں میں اس نہبوم سے اس قدر معروف ہو چکا ہے کہ جب کہمی ”جہاد“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے ”خود“ اور ”زوج اور فہمیں جہاد پا سیف“ کا تعقیل اکابر تا ہے مفتی صاحب نے جو ایت سورہ نسا سے اور پر نقل کی ہے اس میں ”بھی اللہ نے ہی فرمایا ہے کہ اُن جمادین کے درجات بلند ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا کہ بیٹھ رہتے والوں کے۔ پس اُن کی بیان کردہ اقسام کی بحث کوئی اُن کی لفظ کو رہ قرآنی ایت ہی سے رکھتے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے جانوں اور مالوں سے جہاد کیا وہ ان لوگوں سے افضل و بلند ہیں جو بیٹھ رہے ہیں۔ باقیں کرتے ہے تم بیرون باتے رہے مگر عملی طور پر میلان میں آئے سے کتر است رہے۔“

تجھے افسوس ہے کہ مفتی صاحب اپنے مدد و رح کی افضلیت سیانی کے نزد میں اس قدر مدھر شیش ہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ تعالیٰ خود جمادی اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے بارے میں تحریر کر دیا کہ آپ نے نفس لفڑی کی جہاد میں شہادت اور مشغولیت نہ کی سی بات تعلقاً خلاف واقعہ ہے اور مفتی صاحب کی تلہت علمی یا تعصی پسندی کی علامت ہے جو حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے بذات خود ہر غزوہ میں شرکت فرمائی اور تکامم طری برائی رکھ دیں میں آپ خود بچیار باندھ کر شریک ہوتے۔ اور اس بات سے اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے کہ غزوہ اُسی رُوائی کو کہتے ہیں جس میں حضور اکرم شریک ہوتے۔ جنگ احریں حضور کا ساتھ جب اصحاب نے چھوڑ دیا تو اپنے کے

دنیا نہیں میں میراں میں ڈھنے رہے اور بھکوری سے ساختیوں کو لپارتے رہے۔

الغرض ہم میدانی مجاہدین کے ماننے والے ہیں اور مرضی صاحب گھر پرلو
مجاہدوں کے مدارج ہیں یہاں سے لئے میدان گھٹلا ہے۔ ہم ان کی یہ تین قسمیں بھی
فیر بھٹ لاتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ ان اقسام کے اعتبار سے بھی ان کا
مدارج فضیلت کا مقدار انہیں ہے۔

جہاد باللسان | تقول بعضی صاحب اول قسم جہاد باللسان ہے کہ اسلام کا پیغام ہوا نا، شریعت کے احکام سمجھانا اور وعظ و تصحیح کرنا وغیرہ۔

اس قسم جہاد کے لئے مصروفی ہے کہ مجاہد صاحب علم ہو۔ اور علم کا سب سے بڑا معاذ قرآن مجید ہے میرا عالم اسلام کو بھلا چلینے ہے کہ وہ کسی بھی کتاب سے کوئی مرفوع و متواتر حدیث پیش کریں جس کے تمام راوی ثقہ ہوں جس میں یہ مرقوم ہو کہ حضرت ابو بکر حافظ قرآن تھے۔ یا حضرت ابوبکر کا کوئی قول پیش کیا جائے جس میں انہوں نے عالم القرآن ہونے کا دعویٰ اپنیاریں سے کیا ہے۔ حالانکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اکثر مسائل میں آپ قادر ہے پس جب مشریعیت کے ماذداویں ہی پر کامی دسترسی نہ ہو تو پھر اس جہاد میں فضیلت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

شہادت رسول ﷺ

(طبراني في الامسية ارجح المطالب ص ١٣٩)

محمد بن مسعود کی گواہی | مشہور قارئ قرآن صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہو ہی ہے کہ میں نے ستر سورتیں رسول اللہ صلیعہ سے پڑھیں اور ریا قی سارا قرآن مجید تمام آدمیوں سے افضل شخص علیٰ سختم کیا۔

(آخریہ المخوازی فی المناقب طبرانی فی الکبیر ارجح المطالب ص ۱۳۱)

حضرت عمر کا اعتراف | امام احمد بن حنبل نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ تحقیق رسول

حداصلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے فرماتے تھے کہ تم موندوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لائے والے ہو۔ اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہو۔ اور تم ان سب سے خدا کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے ہو۔ اور سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے اور ان سب سے اللہ کے نزدیک عظیم منزلت والے ہو۔ (ارجح المطالب ص ۱۳۹)

ذہبی نے تحریر کیا ہے کہ سعید بن عمر بن سعید العاص کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عیاش بن ابی سعید سے کہا کہ آپ مجھے ابو بکر و علیؓ کے مرتبوں سے خبر دار کر دیں گے اور جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عمر سیدہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سابق الاسلام ہوئے کہ پھر لوگ جناب علیؓ کی طرف کریوں زیادہ میلان رکھتے تھے۔ عبد اللہ بن عیاش نے کہا ہے میرے بیتچے ان کے پاس یعنی علیؓ کے پاس جو کچھ کاشنے والے دانت پاہیں تھے موجود تھے۔ نسب کی فراخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت قریبہ اور علم بالقرآن اور سبک میں شجاعت اور رجشمیں عطا کے ساتھ۔

(ارجح المطالب ص ۱۳۱)

غبلی نے اپنی تفسیر میں اور ابوالنعیم نے حیثیت المتفقین میں روایت کی ہے کہ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو یہ آیت نازل ہوئی ہے جس کے معنی

یہ ہیں کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

(ابو جہل المطالب ص ۱۲)

ان تمام مرویات سے حضرت علی علیہ السلام کا تمام علمانوں سے نیا وہ عالم القرآن ہونا ثابت ہے۔ اس کے علاوہ خود حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام منہ بود و عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ”جو کچھ جا ہو کچھ سے پرچھ لیتے جوان سے عالم ہے نظر ہوئے کا ثبوت ہے۔ پس جب حضرت امیر علیہ السلام کا علمی ترقیہ بخاطر قرآن مجید حضرت ابو جہل سے بڑھا پوسا ہے تو کوئی وجہ انہاں نہیں کہ اُن کی افہمیت ابو جہل پر تسلیم نہ کی جاتے۔

حضرت علی علیہ السلام کی علمی میتواء آج بھی دنیا میں نیچی تسلیم کر رہی ہے۔ اُن کے کلام کو فصاحت و بلاعنت کے افتیاء سے بعد از قرآن کا درجہ حاصل ہے یہ مادی و روحانی علم میں اُن کی رہنمائی سے علمی تسلیم کی پہاڑیں بھیجتی ہے یجب کہ حضرت ابو جہل سا سر ما علی کچھ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا ہے جتنا کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر وہ شخص حضرت ابو جہل کا زبان سے دین کی تعریف بیان شدہ ثابت کر دے تو ہم اس کے معتقد ہوں ہمیں گے بشرطیکہ یہ قول صحاح ستہ میں سے صحیح (سادہ نہ نقل کیا جائے۔

جہاد یا الحدیث تذہیب و منصوبہ بندی کے روایت علم و تجربہ درکار

بھگتا میران چنگ کی تذہیب و ہی شخص ہر ہر طریقے سے وضیع کر کے گا جو بذلات خود مشائق سپاہی اور اکاذب مودہ جما پر ہے۔ ایک ایسا شخص ہے من سپاہ گری و فوجداری اور حیدر مسکن کاری کے واسطہ ہی نہ پڑا ہوا دراگر ایسا وقت آیا جسی ہو تو اس کی حیثیت کی خصوصیت اہمیت کی حامل نہ رہی ہو تو اس کی تذہیب پر یعنی نہیں کیا جا سکے گا۔ حضرت ابو جہل کو جنگی مہارت حاصل نہ تھی اور نہ ہی کسی جنگ میں قبل از اسلام یا بعد از اسلام آن کے کسی نہ مایاں کردار کی نہ حاصل ہوتی ہے پس ایک انا فدی

شخض کے لئے یہ گمان کر دیا کر وہ جنگی پائی کی وضعت میں مشیر ہو گا۔
عقل سیم کی خلاف بات ہے۔

پھر زمانہ پیغمبر کے جہاد تمام ترا حکامات وحی کے مطابق تھے اور
وحی کے مقابلے میں فیوض حکومت محاورت کا کوئی اقتدار نہیں ہے۔ مالی اعانت
کرنا بلاشبہ کار تحریک ضرور ہے مگر جان مال سے افضل ہے جو ان ایشائیں حال
مالی ایشائیں تو قوتیت پاتا ہے۔

اب پوکر حضرت ابو بکر کوئی نامی گرامی جنت بخوبی پائی اور مدد کار
پہلوان نہ تھے بلکہ الجہش عمر سیدہ تاجر دہیں آدمی تھے اس لئے جہاد
بالتدبیر میں ان کی افضلیت کا نتیجہ ہی غیر ضروری ہے۔ اس کے برخلاف
حضرت حیدر کراں کا جتنی حاصل ہبنا مستفقة امر ہے اہم ان کی تدبیر بھی
ان کے عملی تجربات کی بنیاد پر اور جنگی مذاہرات کی اساس برلیقیناً حضرت
ابی بکر کی تدبیر پر موقوٰت کوئی ایسی بیہی وجہ ہے کہ خود اہل ستہ اکثر گہاکرتے
ہیں کم شیخین نے حضرت امیر سے جنگی مشورہ سے حاصل کیے۔ اگر ان کے مشورے
ماہر نہیں تھے تو پھر شیخین کو یہ امتیاز کیاں پیش آئیں۔ یہ ممتازی انجوں
اس امر کا انہاں انکار ثبوت ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر مغلوب
جانب امیر علیہ السلام کو اپنے سے افضل مدبر جنگ تسلیم کرتے تھے۔ اور ان
کے تجربات حربی سے مستفید ہونے کے ممنون تھے۔

بہادر بالید اس قسم کے جہاد کے معلمہ میں تو مفتی صاحب نے خود
ہی سچیار ڈال دیتے ہیں کہ اس میدان میں شیخین کے
امکھیتے ہوئے قدموں کے لشناٹ کے علاوہ اور جنگ دکھائی ہی نہیں دیتا۔
جیکر حیدر کراں کا لغڑہ حیدری آج بھی میدانوں میں کوئی کر جہاد علوی کی یاد
کوتاں نہ کئے ہوئے ہے۔ حضرت امیر المؤمنین کا جہاد تو بہت بڑی بات ہے
سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے تو صرف ایک ضریب حیدر یہ کو

شقین کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے چنانچہ دیلی نے فرودس الاخبار میں روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے روز خندق عمرو بن عبدود کے سامنے جناب علی ابن ابی طالب کے مقابلہ کرنے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اُن اعمال سے کہ قیامت تک میری امت کے لوگ کرتے رہیں گے علی کی یہ ایک ضریب افضل ہے۔ اسی طرح امام حاکم نے نقل کیا ہے کہ شہر بن حکیم اپنے والد سے ناتل ہیں کہ خندق کے دن جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی کا عمر بن عبدود سے مقابلہ کرنا تمام ان اعمال سے کہ قیامت تک میری امت کے لوگ کریں گے افضل ہے۔

بارگاہ رسالت میں عرض

میں غلام علی یہاں بارگاہ رسالت ماب میں عرض کرتا ہوں کہ یا رسول اللہ علیہ

سال باب آپ پر نداہیں آپ کی امت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ شامل ہیں مہنلا اُن کے تمام اعمال بھی شامل کر کے آپ کی باقی تمام امت کے اعمال سمجھیت اگر آپ کے ولی علی کی ایک ضریب کو افضلیت حاصل ہے تو پھر آپ کی امت کو یہ کیا حق ہے کہ حضرت ابو بکر کو حضرت علیؓ سے افضل قرار دیتی ہے۔ آپ کا علم بھی نہیں مانتی اور پھر امت ہنسنے کا درحقیقی بھی جائزی ہے!

لہذا امنی صاحب سے یہی گذارش کروں گا حدیث ضریب آپ کے ہاں مرت ہو رہے اس کی صحت میں بھی کلام نہیں۔ اب ہم رسول اللہ کی بات قبول کریں یا آپ کی خود ساختہ توضیحات پر کان و صریں۔ جب بھی اُنے نیصد کر دیا کہ علیؓ کی ایک ضریب ساری امت کے اعمال سے افضل ہے تو پھر ایک اُمتی کو یہ حق حصل نہیں ہے کہ اس فیصلہ کو خلوص دل سے قبول کرنے سے گزیز کرے یا تنگ دلی کا مظاہر کرے۔ لیکن آپ کے زعم میں حضرت ابو بکر کے اعمال لاکھ بھاری ہی بگزارش پیغمبرؓ کے مطابق اس ضریب کے مخالف پتہ میں ہی جگہ با میں گے اور حضرت علیؓ علیہ السلام

کی دیگر خصوصیات توہین میں ایک طرف ان کی صفت را ایک صفت بروز خندق ان کو تمام امت سے افضل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

اپنے مذہب کا جرم قائم رکھنے کے لئے اور اپنے مذہب کا وقار بجال کرنے کی خاطر امتحنی صاحب نے اپنا بیان کر دہ دو اقسام جہاد پر زور قلم صفت و نمایا اور خند موصوف روایات تکمیل ہیں جن پر بعثت کرنا اس کتاب کو طول دے گا۔ اور بعضی مفہوم نے متناقض ہرگز کامبند اکسی اور مو ش پر ان پر بھی مفتلو ہو ہے لگا، کامبند سا کہ بچانے کے لئے منقی صاحب نے یہ بھی تحریر کر دیا کہ

”تیر سے تم کے جہاد کے لئے بھی جب کہیں فوج بھیجئے کی ضرورت پیش کی تو اکثر و بیشتر آخوند مصلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو یکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی سردار و مانڈر بنائے بھیجا۔ (حداد اوس اپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے بار بار نہایت بے بھگری سے کفار کے مانع و دست بہت بھی رکھے) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی تیر سے تم کے جہاد میں خوب حتریلیا۔ (انقلیت سیدنا صدیق کبر رضی اللہ عنہ ص ۵۹-۶۰)

مسئلی صاحب نے کوئی تاریخی حوالہ اپنے بیان کی تائید میں پیش نہیں کیا ہے۔ بلکہ اورہ عمر کے جن میں حضرت ابو یکر کو سردار بنا یا گیا ہمارے علم میں نہیں ہیں اس لئے لذارش کرتے ہیں کہ وہ ان رہائیوں نے نام بھی تحریر کر دیں۔ البتہ ہمیں معلوم ہے کہ جب خبریں ان کو روایت کیا گیا مگر وہ نامراہ و اپس آئتے۔ اور ان کی نیز را مارت فوج نے اپنے جریل کے بارے میں یہ راتے ظاہر کی یہ میں العلماء شبیلی شفافی تحریر کرتے ہیں : -

”قلمہ قمری صرف کا عقبت گاہ تھا۔ اس ہم پر آخوند مصلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو یکر و عمر کر بھیجا۔ لیکن دونوں ناکام والپس آئتے رطبیری میں روایت ہے کہ جب خبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر صر کے پاؤں نزجم سکے۔ اور آخوند مصلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صحت میں حاضر ہم کر شکایت کی کہ فوج نے

نامردی کی۔ لیکن فورخ تے ان کی نسبت خود یہی شناختی است کی۔

ہم تو جانیں، سیدھی بات، بازی بھی اُبھی مات۔ کوئی بھی ملاح

ابو بکر کی محترم تاریخ سے جو پارچ سرمال قبل ہیلے تکھی گئی ہو یہ ثابت کر دے کہ حضرت ابو بکر نے تمام خزانات میں صحت نہیں کافروں کو قتل کیا ان کے نام اور حیثگ کا نام تکھی درج ہے۔ لیں ہم مان لیں گے حضرت ابو بکرؓ سے بہادر تھے۔

چلیے یہ کام درا مشکل ہے کوئی ہمیں صحت اتنا تارے کہ میراں جہاں میں حضرت ابو بکرؓ کو کہنے زخم آئے اور کسی کس بیٹگ میں کسی مخالف کافر نے ان کو زخمی کیا۔ اگر ناکام رہیں تو میں یہ مولا کے بالخون ہی تم رہیں ہے نے دے ملعونوں کی فہرست خود یہی کتابوں میں سے مرتب کر کے ایسا فضیلہ کر لیں کہ کس کا جہاڑا افضل تھا۔

حضرت اشیعین کا جگہ سے فرا رکتب اہل سنت سے کمل طور پر ثابت ہے۔ جسے شرق ہو میری کتاب "فروع دین" اور رسالہ "صریح اکبر ارشادی اعلیٰ" کا مطالعہ کر کے اپنے شبہات رفع کر لے۔ کیونکہ اس کتاب کا نفس مخفون عجیب تفصیل کی اجازت نہیں دیتا ورنہ شکار ہر نقل کر دیتا کہ حقیقی صاحب کے مددوہ نے کہی درست طریقی کی اور کس طریقہ میرے قسم کے جھاڑیں مخوب ہوتے ہیں۔ الفرض حضرت علیؓ کا جہاڑا مسلم ہے اور فریضین نے اُن کی جنگی خزانات کا اعتماد کیا ہے۔ اس کے پر مکس حضرت ابو بکرؓ پر عدم استحامت، فرا، نامردی اور بزرگی کے ازام اتہام خود سُنی کتب میں مرقوم ہیں۔ لہذا مشکوک فرد کو درجہ افضلیت حاصل نہیں ہو سکتا۔

مفتی صاحب فی براز کے قول سے جو انہوں نے اپنی مسند میں حضرت

علیؓ سے مسروپ کیا ہے، یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے زیادہ بہادر

صلشا طریقہ ہے کہ روایت منقول کے اسناد صیغہ بھی نقل کئے جائیں۔

نکھلے اسی سلسلہ میں میری عرض ایسی ہے کہ بناز کا قول تطمیغ یافتہ ہے۔
کیونکہ یہ خلافِ واقعہ بات ہے۔ زیادہ ہجوم کی جا سکتی ہے۔

علوم عامہ

علمِ یقیناً و قطعاً سیارِ افضلیت ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ کیا
عالم اور جاہل برا برا ہو سکتے ہیں؟ یعنی سرگز نہیں ہو سکتے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین
کے علم کا مرتبہ تکمیل سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عالم القرآن ہیں۔ آپؐ نے
خود ارشاد فرمایا ہے کہ سارا علم بسم اللہ کی بہ میں ہر ٹھیکانہ ہے جو شفیع یا اور
وہ فقط میں (علیٰ) ہوں۔ آپؐ کی تربیت آغاز شیعی صطفیٰ میں ہوئی۔ حسنور نے
آپؐ کو اس طرح نسلیم دی جس طرح برفیہ اپنے بچے کو خدا ک دیتا ہے۔ کبھی
آپؐ کو نہیں علم کا دروازہ کھا اور کبھی حکمت کے گھر کا باب۔ آپؐ کے خطبات، مکتوبات
اور ارشادات و اشارات کچھ بھی دنیا کے علم و عرفان کے لئے ہدایت و راہبری کے لئے
میثار ہیں۔ کوئی گوئے علم ایسا نہیں ہے جس پر آپؐ نے روشنی نہ ڈالی۔ علمِ طبع یا جرایٰ،
علمِ کتب الہامی، تفسیر، علم القراءہ، علم المحدث، علم فقہ، علم المزارات، علم الكلام،
علم اصول، علم تصریف، علم صفت و خوی، علم فضاحت و بلاغت، علم کتابت و خطابت،
علم افسر، علم الیاضی، علم بہبیت، علم تعبیر، علم المیر، علم الجامعہ، علم الدفی اور علم القرآن
و غیرہ۔ علم نے اپنی کتابِ مستر ایک راستہ میں یا اس طور پر بیٹھ
کر کے غبا بت کیا ہے کہ حضرت علیؐ سے بڑھ کر سوائے استادِ علیؐ حضرت میر مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی خلوق درج علم و عرفان پر فائز نہیں ہے۔ حضرت علیؐ
کے لئے علم میں افضلیت من کل الموجہ اسی بات سے ثابت ہے کہ آپؐ نے کسی
شغیر خاکی کے سامنے زانوئے تندز تھے نہیں کیا ہے۔ روحانیت میں صوفیا، کرام اور
فقراء نے آپؐ کو سرشارہ علم و معرفت تسلیم کیا ہے۔ خود شیعین نے اپنے مسائل
حضرت علیؐ سے حل کر دئے ہیں اور اقرار کیا ہے کہ اگر علیؐ نہ ہوتے تو ہم ہلاکت

میں پڑھ جاتے۔ اور آج کے زمانہ ترقی میں تمام اہل علم نے درعلمکے سامنے اپنے سروں کو بھاگاتے ہوئے برتاؤ اعتراف کیا ہے کہ صدیوں سال پہلے جن حقائق کا اخبار تعلیماتِ علویہ میں بتا ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا علم وہی تھا تاہم ذاتِ امیر علیہ السلام کا ارفع ماقومی عالمی تواریخ تواریخ نہیں ہے، یہ صرف حضرت ابو بکر کا علمی مقام عنصر اپیش کر کے قارئین سے اضافات لدکت ہیں کہ وہ فیصلہ فرمائیں کہ حضرت علی اور حضرت ابو بکر میں بڑا عالم کون ہے۔

علم ابو بکر

تیسیں بن زویب سے روایت ہے کہ میتت کی نافی حضرت ابو بکر کے پاس میراث مانگنے کا دعویٰ کیا کہ اسی حضرت ابو بکر نے کہا اللہ کی کتاب میں تیرا کچھ حصہ نہیں ہے۔ زمینت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ میں سے اس معاملہ میں کوئی حدیث سنی ہے۔ توجیہ میں لوگوں سے یہ بات دریافت کروں گا۔

پہنچا کچھ حصہ حضرت ابو بکر نے لوگوں سے پوچھا میرہ بن شعبہ نے کہا میں اس وقت موجود تھا میں رسانے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نافی کو چھپا حصہ دلیا ہے۔ ابو بکر نے کہا اور بھی کوئی تمہارے ساتھ نہ ہے جو اس معاملہ کو جانتا ہو تو خود بن مسلم انصاری کھنڈرے ہوتے اور جیسا میرہ بن شعبہ نے کہا تھا ویسا ہی بیان کیا۔ تب ابو بکر نے جھٹا حصہ اس کو دلایا۔

پھر حضرت میرے کے وقت میں دادی میراث مانگنے کو اسی حضرت عمر بن کہا اللہ کی کتاب میں تیرا کچھ حصہ نہ کوئی نہیں ہے۔ اور پہلے جو حکم ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں وہ نافی کے باب میں ہوا تھا۔ اور میں اپنی طفیل سے فرائض میں کچھ بڑھا نہیں سکتا ہوں۔ لیکن وہی چھٹا حصہ تو بھی نے اگر نافی بھی ہو تو تم دونوں ہی کو پاٹ لو۔ اور جو تم دونوں

میں اکیلی ہر لذیذی صفت زانی ہے یا صفت دادی وہی چھپا حصہ ہے لیکن ہے ۔
 رکشہن المفطا عن کتاب الموطأ میراث الجراہ ص ۲۵ مطبع صدیقی لاہور
 از ائمۃ المخاجل در وکم مسالا شاہ ملی اللہ اجتہب البالغہ ص ۱۱، صراحت عترتہ مسالا
 اسی طرح علماء حافظ امام جلال الدین سیرطی اپنی کتاب الاقان میں
 لکھتے ہیں، ۔

”ابو عبیدہ نے فضائل میں ابراہیم تیجی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر
 سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وفا کھتنا و ابا“ کے معنی پوچھنے لگئے تو حضرت ابو بکر
 نے کہا کون سا اسلام مجھ پر سایہ کرے اور کون کا زین مجھ کو اٹھائے ۔ میں
 اللہ کی کتاب میں پوچھ کہوں جو میں نہیں جاتا ہوں ۔ اور یہی عمر بن خطاب
 سے بھی معاہدہ ہوا ہے ۔ (الاقان جلد ۱ ص ۱۱)

ان دونوں واقعات سے حضرت شیخین کا علمی میزان میں عجز
 اور کم بنا تھی واضح ہو جاتی ہے ۔ اس کے بعد میں حضرت علی علیہ السلام کی شان
 علمی ہے کہ آپ ہمیشہ یہ دعویٰ فرمایا کہ تخت کو بچا ہو پوچھ لو، قبل اس کے
 کہ مجھے ز پاؤ علی زمین کی نسبت آسمانوں کے راستوں سے زیادہ واقع ہے ۔
 علم قرآن و حدیث و فقہ تور ہے ۔ ایک طرف آپ نے علوم عالمی کے حقائق
 پر سے جو پرے اٹھائے وہ آپ کے علمی بے مثال ہونے کا روشن ثبوت ہے ۔
 جو درہ سوال قبل آپ نے چاند و سورج کے زمین سے فاصلہ و میطابیان فرمائے ۔
 علم بناءات، علم جگادات، علم سیوانات اور منطق و فلسفة وغیرہ سے متعلق ہے ایسے
 ایسے کلیات تعلیم دے گئے ہیں کی تائید کا حکم کے سائنس و فنون کے دریں دانش رو
 نے کا ہے اور یہ امور ممکن نے حب استطاعت اپنی کتاب ”صفت رائی راستہ“
 میں پیش خدمت کئے ہیں ۔

دین اعتبر سے معاہدہ تعین افضلیت میں یہ بات افضل قرار دینے کے
 لئے خود ری ہو گی کہ جس سہتی کو جتنی زیادہ معرفت، خداوندی اور معرفت رسول ۴

حاصل ہوگی اتنا ہی وہ عارف افضل سہر کا سہر ہاں یہ معاملہ بارگاہ رسولؐ میں
لے جاتے ہیں اور فیصلہ طلب کرتے ہیں چنانچہ ارشاد رسولؐ ہے کہ:-

”اللہ کی معرفت نہیں ہے کسی کو مگر مجھے اور علیؐ کو۔ اور
مجھے (رسولؐ کو) نہیں پہچانا کسی نے مگر اللہ نے اور علیؐ نے یہ
پس یہ فیصلہ قولؐ سمجھنے ثابت کرتا ہے کہ حضرت علیؐ بعد از رسولؐ تمام
عندوقات سے افضل ہیں۔“

علوم قرآن علم قرآنیہ میں حضرت علیؐ کے افضل ہونے کی
اویں دلیل یہ ہے کہ خود صاحب القرآن رسولؐ
نے اک کی شان میں ارشاد فرمایا ہے کہر قرآن ناطق ہے یعنی برتاؤ بہر القرآن ہے۔
ظاہری اعتبار سے حضرت علیؐ علیہ السلام حافظ قرآن تھے جیسا کہ علام سیوطی
نے تاریخ اخلفاً میں لکھا ہے کہ جناب ام علیؐ السلام نے حضورؐ کے درود برو قرآن
شریف صفت لکر لیا تھا۔ اور اعشرت گرو نادیا تھا۔ جبکہ حضرت ابو بکرؓ کا
حافظ قرآن ہونا ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ پس حضرت امیرؐ کو علوم قرآنیہ میں بھی
حضرت ابو بکرؓ پر فضیلت حاصل ہے۔

لتقویٰ و اتباع مشریعت حضرت امیر المؤمنین علیؐ ابن ابی طالب
علیہ السلام کے افضلیت تقویٰ و اتباع

شریعت کا سرحدان عظیم یہ ہے کہ انہیں خود رسولؐ کی بارگاہ میں ”امام المتقین“
ویں المتقین کے القابات حاصل ہوئے۔ پس جیسیں کوئی رسولؐ ولی و امام قرار دیں
تو باتی تمام شقی افراد اس فرمودہ رسولؐ امام اور ولی کے لاخت قرار پا یہیں گے۔
خواہ وہ حضرت ابو بکرؓ میں یا کوئی اور چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رہا
فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا، ”پس ورد گارنے مجھ کو علیؐ کی نسبت وحی پڑی

ہے کہ وہ تمام متقدیروں کا امام ہے۔" (زور و میں الاجار و میں)
 ظاہر ہے کہ تمام متقدیوں میں اگر حضرات شیخین اہل تقویٰ سے تو نظر
 خدا درست میں مزوف سہل گے۔ پھر بھی ان پر وحی کے ذریعہ حضرت علی کو
 امام قرار دیا گیا ہے۔

امام حاکم ابو قیم، ابن حجر ویر اور ابن قانع وغیرہم نے عبد التیم بن سعد
 بن قرارہ سے روایت نقل کی ہے رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے
 ہیں کہ شب نہار حب میں اپنے پروردہ کارکے پاس پہنچا تو مجھے علی کے میں
 القاب خدا نے القاف رہا تھا کہ وہ مسلمانوں کا ساروں متقدیوں کا امام اور
 سفید لکھا در مندواللہ کا پیشہ رہا۔ (ابو حیان المطالب ص ۲۷)

اب خود سنتی روایات سے حضرت علی علیہ السلام کا امام المتقدیوں میں ثابت
 ہے اور ظاہر ہے کہ امام کو ماموم پر فضیلت حاصل ہے۔ پس مفتی صاحب کے
 بیان کردہ اس شرط پر بھی حضرت علی ہی حضرت ابو بکر سے افضل نسبت ہے
 ہیں۔ علاوہ ازین اتباع شریعت اور تقویٰ کے لئے شرک سے بے امنا بہت
 ضروری ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ حضرت ابو بکر قبل از اسلام چالیس برس ظاہری
 طور پر شرک رہے اور جوں کی پوچھا کرتے رہے حتیٰ کہ ان ایام جاہلیت میں
 آپ کا نام ہی عبد العزیز تھا جبکہ حضرت علی کر اہل ستہ کا "رم اللہ و جہیہ"
 تحریر کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی پیشانی تکمیلی کی عبور خدا معمود کے
 سامنے تکمیلی نہیں ہے کہ اسلام لائف کے بعد بھی حضرت ابو بکر میں شرک
 چیزی کی چال کی طرح عفی رہا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ،

"خاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرک عما ازد جیونی کی چال
 سے بھی باریک چلتا ہے۔ ابو بکر نے کہا کیا شرک ہمیں کہ اللہ کے سواد درکوئی
 میبود دنیا یا جا تے حضور نے فرمایا شرک تمہار سلف جیونی کی چال سے بھی باریک
 چلتا ہے۔"

تفصیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۲۷۹ تفسیر و منشور جلد ۵ ص ۲۷۹، کنز العمال جلد ۵ ص ۲۷۹
 حیوانہ امیر ان جلد ۵ ص ۲۷۹، برداشت حافظہ ابوالعلیٰ امام احمد اور بغیری حکایت مکان اجات
 اسی طرح یعنی روایت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بیل تقلیل کی ہے۔
 "حضرت متعلق بن بسیار نے کہا میں حضرت ابو بکر کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کی خدمت میں گیا۔ آپ نے فرمایا 'اے ابو بکر اشرک تھا مارے اندھر پیغمبیرؐ کی
 کی رفتار سے بھی زیادہ باریک چلتا ہے۔' ابو بکر نے کہا کیا اشرک وہ نہیں
 کہ جس نے صراط اللہ کے کوئی دوسرا معبود تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جس کے قبضہ تدریت میں میری جان ہے۔ شرک چیزوں کی
 بھی چال سے باریک چلتا ہے۔ کیا میں تم کو ایسی دعا مسکھا دیں کہ جب تم اس کو
 پڑھو تو شرک تھا مگر تباہ ہو زیادہ تجھ سے دور ہو جائے۔ فرمایا کہ اللہ ہدایتی
 اعسوف بیویت ان اشرک بیویت و انا اعلم واستغفار لکے لہا لہا اعلم۔ اب
 اسی مقام پر شاہ ولی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ الفاظ
 زائد تحریر ہیں کہ "تیری ماں تجھ پر روتے۔" یہ کلمہ بیویت ہے۔

(از ازان المظاہر ص ۱۹۹) (ذراں المظاہر ص ۱۹۹)
 تمام اہل اسلام کا اس پراتفاق ہے کہ شرک تھوڑی کو مضر ہے۔ اور

ابن ابی شریعت کا مخالف ہے۔ پس اس صورت میں حضرت ابو بکر کا تھوڑی اور
 اسیارے شرکیت مقام افلاطیت پر پورے تھیں اترتے ہیں۔ مزید بڑا کہ حضرت
 ابو بکر کے ایمان کی شہادت دستیے پر بھی صورت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 گزیر فرمایا۔ چنانچہ کتب اہل سنتہ میں یہ روایت موجود ہے کہ:-

"ابو الفرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احمد
 کے شہدائے کے لئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کامیں گواہ ہوں۔ حضرت
 ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے اس کے بھائی نہیں ہیں۔ یہم بھی سماں ہوئے
 جیسے وہ سماں ہوتے اور ہم نے چھا دیا جیسے انہوں نے کیا۔ آپ نے فرمایا اس۔ مگر مجھے

صلوٰم نہیں کرتے میں کہ بعد کیا کرو گے۔ تر حضرت ابو بکر و نبی گے۔ اور کہا کیا یہم زندہ رہیں کے آپ کے بعد۔“

(كتاب تكشیف المفلا عن كتاب الموطأ مطبع صدیقی لاہور ص ۲۳۲ کتاب المغازی
و اندی غزہ احمد ۱۳۲)

اس کے بعد حضرت علیؑ کے بارے میں حضرت علیؑ نے وثوق سے فرمایا کہ
جسچے یہ خوف نہیں ہے کہ علیؑ میں بعد دنیا کو اختیار کر کے راہ مستقیم ہے ہم
جاتے۔ بلکہ ارشاد فرمایا کہ علیؑ ہی کے ساتھ ہے اور علیؑ کے ساتھ ہے۔ اے
اللہ پھریدے حق کو ادھر جبرا علی پھر جائے۔

رَضِيد | حضرت امیر علیہ السلام کے زہب کے بارے میں جب قدر اخبار
وارد ہوئے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں پہنچا یہ مشہور

سنتی مفسر و امام حنزہ الدین رازی اپنی کتاب البرعین میں لکھتے ہیں کہ:-

”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ حادثت میں ایک گروہ مجاہد کا
نہر اور درع میں مشہور تھا۔ جیسے حضرت شریعت فضیل غفاری سلام نارسی
ابو درداء وغیرہ یہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب برگوار ترک و پھرید میں
مولیٰ علیؑ کے مقلد تھے۔

ابن عساکر اور ابن اشیر نے بیان کیا ہے کہ حسن بن صالح ابتدئے ہیں کہ
لرگ حضرت عمر بن عبد العزیز سے اہدوں کا تذکرہ کرو رہے ہیں۔ انہوں نے
کھا دنیا کے لوگوں میں علیؑ بن ابی طالب سب سے زیادہ زادہ تھے۔

ابوالخیر امام حاکم، ابن اشیر اور ابن ججہ نے حضرت مبارک بن یاسر
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے کہ تحقیق بچھ کو اے علی خدا نے ایسی تزیت سے مرتکن کیا ہے کہ
کسی کو اس سے بہتر تزیت نہیں دی گئی اور وہ زیادتی الدین
ہے۔ جز اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی بندوں کی تزیت ہے۔ لپر

یقین کر ایسا بنایا ہے کہ مجھے دنیا سے اور دنیا کو مجھ سے کوئی چیز
نہ ملی۔ مجھ کو مسکینوں کی محبت دی گئی۔ اور مجھ کو ان کے پیرو
ہونے سے راضی کیا ہے۔ اور ان کو تیرے امام ہونے سے خوش
کیا ہے۔

امام احمد نے امام ابن شہاب ذہری سے لعقل کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز
کہا کرتے تھے کہ ہم اس امت میں جناب رسول خدا کے بعد علی بن ابی طالب
سے زائد نہیں پاتے کہ انہوں نے مجھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانی
پر بانی دھرا۔

اس رات قابض فی معرفت الصحاہ میں امام حسنؑ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنینؑ
نے نہ مال کو مجھ کیا اور مجھ کیچھ چورڑا بجز چھ سو درهم کے کہ اس سے خادم
خوبی پا چاہئے تھے۔

اس کے بعد علیس ہم حیران ہیں کہ جب حضرت ابوبکر شیب حبیت رسول
اکرمؐ کے تواقب میں گئے توان کے پیٹ پا مجھ نہزادہم تھے۔ جب مفاتیح رسولؐ
ہوئی توانہم نے دفن رسولؐ پر حصولِ تخت کو فوتیت دی۔ سادات کا
خس عصب کیا۔ بارع ذرک سہتم کیا۔ زبردستی لوگوں سے زکاہ بھوری اور
کئی مسلمانوں کو ناحقِ تسل کروادیا۔ اپنے خوشیں واقر بارا کو مالا مال کیا۔ یہ تمام
باتیں زمر کے خلاف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب روایاتِ سنتیہ ہی سے
نابت ہے کہ خود سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ
”خدا نے ایسی زینت سے مزین کیا ہے کہ کسی کو اس سے بہتر زینت نہیں
دی گئی اور وہ زینتی الدنیا ہے۔“ تو یہ فرمان میغیر کے خلاف ہی دوسرے کو
زید میں حضرت علی علیہ السلام سے اتفاق ہو گھنا حکم رسولؐ کی نافرمانی اور
امیر خدا کی سرتاہی ہے۔ لیکن بعضی کے ساتھ تباہت ہوا کہ زمر میں حضرت
علیؑ سے مسوائے رسول مقبل کوئی شفعت بھی بڑھا ہوا نہیں ہے۔

صدقہ و اتفاق فی سبیل اللہ احشت امیر المؤمنینؑ کے اتفاق فی سبیل اللہ و صدقات کے

باقرے میں قرآن مجید میں آیت و لایت اور سورہ دہر کا نزول ناقابل انکار
دریں علوشانی ہے۔

امام اس حدیث کے میں کہ علی فرماتے ہیں کہ اگر تو مجھے احشتؑ کے ساتھ
ویکھا کہ میں نے پتھر اپنے پیٹ پر ہٹک کی وجہ سے باندھا ہوا تھا حالانکہ اس
دن میری زکوٰۃ پھالیں ہزار تھی اور ایک روایت میں ہے کہ مسکر مال کی
زکوٰۃ چالیس ہزار دیناں تک پہنچ گئی تھی۔

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے امام اہل السنۃ حب طبری نوکھتے
ہیں کہ اکثر وہی لوگوں کو اس حدیث پر وہم پیدا ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ کے
پاس اس تدریسال تھا کہ جس کی اتنی بڑی رقم زکوٰۃ نخلتی تھی جمالانکہ میں یہ
نہیں ہے کیونکہ اپنے سب لوگوں سے زیادہ زادہ تھے چنانچہ پہلے آپ کا حال تحریر
ہو چکا ہے۔ ابو الحسن بن فارس بن الحوی نوکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار
سے اس حدیث کا مطلب پوچھا وہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ
فرماتے ہیں کہ جب سے مسکر ہاتھ مال آیا ہے اگر وہ آج کے دن تک
مسکر ہاتھ میں ہوتا تو اس کی زکوٰۃ اس قدر تھی۔ اس کے علاوہ ان ادعا
سے بھی مراد ہو سکتی ہے کہ جناب امیرؑ نے جاری کیا تھا۔ اور قبل ان
کے اجراء کے وہ ان کے مالک تھے۔ اور شاید کہ ان کا ماحصل اس مقام پر ہے
جس کو جناب امیرؑ نے بیان فرمایا ہے۔ (رسائل النفرۃ)

اس امر میں حضرت علی علیہ السلام سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا۔ اور
فرشتے تک آپ کے سامنے بڑ کر آتے اور قرآن مجید میں کئی آیات اس سلسلہ
میں نازل ہوئی ہیں۔ جب ہم کیتے اور لایت کی تفسیر پڑھتے ہیں تو حقیقت واضح
ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حل اتنی کا نزول اس کا ثبوت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس چار دریم تھے کہ ان کے مساواں کے پاس اور پچھے نہیں تھا۔ آپؓ نے ایک دریم رات کو اور ایک دن کو اور ایک پوشیدہ اور ایک طاہر خیرات کیا۔ پس پرور عکار عالمے برائیت نازل فرمائی کہ اذمین میں فقون احوالہم بالیل والانہار سڑاً و علائیہ نلہم اجرہم عندیہم و لا غور ملیہم و لا هم سیز نون۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں پوشیدہ اور عالمہ لبیں اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس اجر ہے اور نہیں خرف ان پا اور شوہ شزوں سہول گئے۔

(التفیر و احادیث حکوامہ ارجح المطالب و مکار)

امیر المؤمنین کی یہ صفت اس قدر عام و مشہور ہے کہ ان کے دشمن

بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ صاحبہ طالب السوول تھے ہیں کہ،

”عفون بن ابی عفون نے معاویہ بن ابوسفیان سے کہا کہ میں بھی تین
صلائیں (یعنی صواذ اللہ علیکی) سے تیر پاں آیا ہوں۔ معاویہ نے کہا اپنے
ہے تم پر تر اُن (علیکی) کو تیر کرو جیسی کہتا ہے کہ اگر اُن کو ایک موئی کے
کھڑکا اور ایک انہر کے پھر کامالک بنایا جائے تو قبل اس کے وہ انہر
لاکھ تر امام ہر سو نے کا کھر ختم ہو جائے گا۔“

مشہور امام اہل سنت شعبی کہتے ہیں کہ جناب امیر عدیہ اسلام کی سعادت

تمام لوگوں سے بڑھ کر رکھی۔ وہ ایسے سخنی ترین تھے کہ سعادت و خود کو تجربہ
رکھتے تھے کہ کبھی کسی سائل کے لئے اپنی زبان مبارک سے ”لا“ یعنی نہیں۔

ہرگز نہ کہا تھا۔ آپؓ اپنے ملکوں سے مدینے کے یہودیوں کے باغات کو
سیراب بزراحت تھے یہاں تک کہ اُن کے ہاتھوں میں آئیے پڑھاتے تھے اور

خواجت رکے پیسے آپؓ کرتے تھے وہ خیرات کر رہی تھے اور اپنے پیٹ
پر بھوک کی وجہ سے پھر لاندھو ہیتے تھے۔ (مطلوب السوول)

علامہ گنڈی نے سخاوت امیر المؤمنین کا ایک غیر العقول واقعہ لکھا ہے جس سے آپ کی فراخدنی، دست کشادگی اور حاجت روائی کا جائزہ جلد جہاں سے لیا جاسکتا ہے۔ علامہ موصوف اپنی طبقات میں نتھل کرتے ہیں کہ:

”حضرت علیؑ ایک کافر سے لڑا رہے تھے۔ ورنوں طرف نکر کے لوگ صفت باندھ کھو رہے تھے میں اسلام بہت سختے تھے اور کفار کثرت سے تھے کفار کی جمیت وہ بزرگ کے قریب تھی۔ اُس ملاقات میں کافر حضرت علیؑ سے کہا یا علیؑ اپنی تلوار تھے دکھائیں۔ جواب اسی تھے اپنی تلوار اُس کافر کو دے دی۔ کافر نے تلوار سے نہ میں سے کہا اب جبکہ تم اپنی تلوار کھے دے پسے ہو۔ اب تم میسر ہا مغول سے کیسے پڑ کر نسل کلنے ہو؟ جناب امیر علیہ السلام نے بڑی حکامت سے جواب دیا کہ تم سے بھکاریوں کی طرح میسر ساختہ درست سوال دراگ۔ لیکن میری ہر قوت نے تقاضا نہ کیا کہ سوال کا باہر رکھ کیا جائے اگرچہ وہ کافر ہی نہیں تھا۔ امیر المؤمنینؑ کا یہ جواب اس کافر کی تقدیر بدلنے کے لئے کافی تھا۔ غوراً ایمان نے آیا۔ سجنیوں کی سثان ایسی برقی سے۔ ایسے دو گ تہبیوں نے رسول اللہؐ کے ہاتھ افٹنی کا سروکریا وہ کیا جائیں کہ انفاق فی سبیل اللہ کیا ہے تھا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ تفاسیر میں جس قدر آیات حضرت علیؑ علیہ السلام کی شان میں دربارہ انفاق فی سبیل اللہ ناصل ہیں میں کسی اور بزرگ کے حق میں ناصل نہیں ہوئی ہیں۔ یہ نزول آیات ثابت کرنا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے ہم مرتبہ اس صفت میں بھی کوئی دوسرا نہیں ہے۔ افضل ہنر اور بعد کی بات ہے۔

حسن سیاست | امیر المؤمنین علیہ السلام کی سیاست پر ہم نے اپنی کتاب ”صترائیک راست“ کے باب سیاست و

قطایا میں مفصل روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ "دین ہماری سیاست ہے۔ اسی مونیر ع پر ایک عتیر رسالہ ہے۔ لہذا جن حضرات کو دیکھی ہو مذکورہ کتب کا مطابق فرمائیں۔ جب امیر علیہ السلام کی سیاست کا بنیادی اصول یہ ہے:

"فِي حُكْمِ الْفَلَقِ مَنْ يَأْتِي بِالْحَكَمِ فَلَا يَكُنْ مَّا يَنْتَهُ"

آپ کی سیاست کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ شخص یہ اعتراف کرنے پر جبوہ ہے انہوں نے اپنے گھر چیدہ و ماحول اور عجیب و غریب رعایا میں اپنا کردار بے راغ چھوڑا ہے۔ انہوں نے سیاست اور دین میں جدایی برداشت نہیں کی ہے۔ اور پر اشوب دوسری بھی اپنے اصولوں پر عود (بانی تہیں کی) ہے۔ سی سیاستدان کا اپنے اختیار کردہ موقع پر قائم دو اہم رہنماب سے بڑی خوبی ہوئی ہے۔ اور آپ کے سوائج چیزات میں ایک بھی ایسی نشان پیش نہیں کی جا سکتی ہے کہ آپ نے اصولوں سے سر مر جبی تجاوز کیا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین کی سیاسی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ ہم گھنے کوئی کرنے سے پہلے یہ شرط عائد کی جو کہ میں جس راہ پر مناسب ہجھوں کا پھلاؤں کا۔ جبکہ حضرت ابو بکر کے دوسری خود ان کی سیاست عرض یہکہ پستلی حکمران کی سی تھی اور سردار اصل ریاست کی تمام ذمہ داریاں حضرت عکے کارزاروں پر تھیں۔ آپ کو خود اپنے حاکم ہونے پر شرک رہتا تھا۔ مہلے ہی خطبے میں انہوں نے عجز کا اظہار کیا کہ اگر میں سیدھا صلوں تو میری پیروی کا ناگراٹھا صلوں تو میدھا کروئیں۔ انہوں نے آخری وقت میں اپنی سیاست کا اظہار کیا کہ کاش میں نلافت کا بارہ اٹھانا۔ کسی نے ان کو خلیفہ کہا تو آپ نے کہا میں خلیفہ نہیں خالق ہوں۔

جب خود حضرت ابو بکر نے اہلیت و قابلیت سیاست سے تاصل ہونے کا اعتراف کیا ہے تو پھر کبونکروہ اس مقابلہ میں شرک ہو سکتے ہیں۔ پس ہماری نظر میں اسلامی سیاست کے لحاظ سے حضرت ابو بکر میں اہلیت ہی کا فقدان ہے۔

المذکور امیر سے ان کا مقابلہ ہے معنی شہر ہے۔ اپ کا ذہنی سامنہ دوڑ
فکرتوں اور شورشوں سے بھر پور ہے غصب حقوق بے گناہ قتل عام، جھوٹوں
کی سر پرستی، غیر اسلامی فیصلے، قوایں الہیہ میں منہادی تسلیم، ناجائز لشکر
کشی اور دھانڈی کے سینکڑوں و اقتات کتب میں عغظہ ہیں۔ جن کی تفصیلات
کا اخفاہی حکمتوں علمی ہے۔ اس کے روپ میں حضرت علی علیہ السلام کی سیاست
میں ایک امر جو ایسا مساحا ہے جو سیاست الہیہ کے متعارض ہے۔ پس
اس لحاظ سے بھی حضرت علی علیہ السلام ہی افضل ہیں۔

معنی شہر غلام سرو قاری صاحب کی بیان کردہ سات صفات کے
نعت ہم نے حضرت امیر المؤمنین کی افضلیت کے اثبات کتبہ سنت سے نقل
کئے۔ اس کے علاوہ کتب اہل سنت اور اقوال علماء اہل سنت سے یہ بات پایہ
ثبوت کو پہنچ جکی ہے کہ جناب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے بعد خباب ابو الحسن، ابوالحسن، ابوالحسین، ابوالراہب البصیری
امیر المؤمنین، امام المتفقین، ولی المستین، سید العبادتین، سید المسلمين، سید
المؤمنین، سید العرب، سید فی الدین و الدار، تابع الزریحین، سید رسول المؤمنین
ولیسوب الدین، صدیق الاکبر، فاروق الاعظم، خاتم المؤمنین، خیر المؤمنین، ولی
امام البرہة، قاتل افخرا، صاحب الرایہ، مقیم الجمیر، مجتہ اللہ، رائیۃ المہدی، حافظ اللہ
صفیۃ اللہ، شیخ المهاجرین، والانصار، قیم النازار والجنتہ، وارث رسول اللہ،
خلفی رسول اللہ، مندار الایمان، امام الاولیاء، الہادی، صاحب الموارد، ناصر حمل
اللہ، صاحب المؤمنین، مولی المؤمنین، شیخ الوعد، قاتل انتکاشین، دانتاصلین، علام قادریون،
الرتفیع، الشاہزاد الشعیبی، الراکن، السید، الصدقی، الائمین، باب حسط، شفیل بارون،
نفس الرسول، سیف اللہ، ذواللذن الوعی، تماضی دین، حصل اللہ، وزیر
رسول اللہ، خیر البشر، ذوالقرشین، خاصف الغل، الظاہر، الصادق الموسی
الانزشع البیطین، العابد، ازاءہ، کاسرا اصنام الکعبہ، اساقی، الحبیب، القاری،

بیانیتہ اسیلا، المبدی، طبودہ الہی، الیسا، قیاب عین الفتنہ، امیر اخیل، ذوالبرقة،
 مشیل عیلی، القرم علیم القرآن، عالم التتراتہ، وزبور والخلیل، مفسر عظیم، قاری
 ، اعلیٰ محدث ابک، علیم الفقہ، عالم الفرائض و الاحکام باصول الریس، عینیں تصورت
 مدرجہ ذرخ، امام الفضاحت والبلاغت، شیخ الشراد، مکاتب الرحمی، عالم التعیر و
 الروا، اسال المجز الجامع، عالم البیشت، داریا صنی، مسید ازادہین،
 اسرالدرا فنالیب، حیدر کرا، اجراء غیر قرار علی ابین ابی طابیعہ اسلام
 تمام تخلویات سے من کل الریس وہ افضل ہیں۔ علماء اندراز سے میں عین سو
 سے زیادہ قرآنی آیات ابکی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مسید زریک کا پ
 خود برتاؤ قرآن ہیں۔ آپ کی ولادت حداد کے گھر میں ہوئی۔ آپ کی تربیت
 آنلوشن ریاست میں ہوئی۔ آپ سب سے پہلے انہار ایمان کیا اور سب
 سے پہلے نماز پڑھی۔ آپ نے ~~مرزا~~ عین فدابت کی پرستش نہ کی۔ آپ نے ہر
 بیوت پر سوارہ کر بت شکنی فرمائی۔ شب عجت بیت رسول اپر سب سے جو
 کاموں کی سیع او لستہ مرگ تھا (لظاہر)، آپ ہی مسیدۃ النا و العالمین کے
 کفر قرار یا سے۔ آپ کا گھر حضور کا گھر ہوا۔ آپ کے علاوہ سب کے دروازے
 مسجد سے بند کر دے گئے۔ آپ کو عالت جنب میں سبھی میں اُنھی کی آزادی
 ملی۔ اور رسول نے اس داخلہ کو مخابب اللہ قرار دیا۔ آپ کو انوت رسول کا
 شرف نصیب ہوا۔ آپ ہمہ اہل امت نہیں ہوئے۔ آپ ہی کو رسول نے کہا
 تم عسکر اور میں ہمہ اہل۔ آپ ہی لغییر رسول خدا چھکے رہے۔ آپ ہی نظر
 درج ہوئے۔ آپ ہی کی ذات میں جلد انسیا کے جزوی فضائل بیکھا بیان ہوئے
 آپ کا کا تھا الشاد و سیل کا ہاتھ بنا۔ آپ ہی کو توصی نور و احده کا
 اعزاز ملا۔ آپ ہی کے نئے رسول نے کھاہم ایک غاک پاک سے ہیں۔ آپ
 ہی کے نور سے فرشتہ پیدا ہوتے۔ آپ ہی کو حضور نے قربانی میں شرکیک کیا۔
 آپ ہی بعد از رسول بہتر رسول کی فرشتے قربانی دیتے رہے۔ آپ ہی کا

قیض روح اپ کی مشیت کے تابع کر دیا گیا۔ اپ ہی کو سحل نے شرکر دیا کیا۔ اپ بھی پر سایہ شفقت رحمت اللعالمین سائی ملکن ہوا۔ اپ ہی کو حوصلہ و اجازت لی کر و قنٹھ سفہ حضور گستہ ہمکلامی کر سکیں۔ آپ ہی کرسویں نے اینا سرتبا یا اور کہا کہ علی کی منتزلت مجھ سے ایسی ہے جیسے سر کو بدلن سے۔ آپ ہی حضرت سے بیان نہ حضرت کے خدا سے ہر کسے آپ کے علاوہ کسی کو حضرت نے اپنے نام اور کیفیت کو جمع کرنے کی اجازت نہ دی۔ آپ ہی کے گھر پر فرشتوں کے پرول کی آرازیں سنائی دیں۔ آپ ہی کو ملائکت کے سلام پیش کیا۔ اور فرشتوں نے لافیت الاعلیٰ لاصیف الاذوالفقار کا قصیدہ پڑھا۔ آپ ہی کے ایمان کی ٹھنڈک جبریل کے دل کو پہنچی۔ آپ ہی راسخ الایمن قرار پائے اور کہا کہ ایمان قریں و اسماں نے بھاری فرمایا گیا۔ آپ ہی ذاتِ خداوندی کے لئے سخت ددیوان ہوئے۔ آپ ہی کے گوشت و خون سے ایمان کا خلوط ہوا۔ خدا نے آپ ہی کو مختان ایمان کے لئے منتخب کیا۔ آپ ہی کے دل کو خدا نے برا و راست ہدایت کی۔ آپ ہی بمنزلہ قبار و کعبہ ہوئے آپ ہی مظل قل صر ائمہ ہوئے۔ آپ ہی کی یادِ حضرت تمام امانت کے اعمال سے ورنی نسلی۔ آپ ہی کے دائم و مایس جبریل و میکائیل ہوئے۔ آپ ہی پہنچ سر بیگ سے کامیاب ہوئے۔ آپ ہی کو دنیا و آخرت میں علحدار رسول ہوئے کامہد و تعلیم ہوا۔ آپ ہی کو روزِ خبیر مدد کیا گیا۔ آپ ہی سے تبلیغِ سرہیات کا قریضہ پورا ہوا۔ آپ ہی نے سخنگز کی امامتیں ادا فرمائیں اور رسول نامیں کے امین مقرر ہوئے۔ آپ ہی نے رسول کے قشیر نامے۔ آپ ہی نے بخ کے دعویٰ کو پورا کیا۔ آپ ہی اخناب اللہ رسول نہدا کی تائید کے لئے خصوصی ہر سے آپ ہی نے مسجد قبائلی بنیاد رکھی۔ آپ ہی کی پیشگوئیاں عہدِ عتیق میں کی گئیں۔ آپ ہی کو امامت کیا اپ فرمایا گیا اور جرحت باب کا اولاد پڑھے وہی حق امانت پس اپ کا ہے۔ آپ ہی پر خدا را منی رہا۔ آپ ہی کو خدا نے محبوب کہا اور

اپ ہی عجوب خدا کے محبوب ہوئے۔ اپ ہی پر خدا نے مبارکات کی۔ اپ ہی کی عجیبت عبادت ہے۔ اپ ہی کی زیارت عبادت ہے جس نے اپ کو حجورا اس نے رسول کو حجور دیا۔ جس نے اپ سے دسمی کی اس نے خدا سے دشمنی کی۔ جس نے اپ کی شان گھٹائی اس نے رسول کی شان گھٹائی۔ جس نے اپ سے حسد کیا اس نے رسول سے حسد کیا جس نے اپ کی اطاعت کی اس نے رسول کی اطاعت کی جس نے اپ کی مدد کی اس نے اللہ کی مدد کی۔ جس نے اپ سے جنگ کی اس نے رسول خدا سے جنگ کی۔ اپ ہی کا بعض علماء مخالف ہے جس نے اپ کو ایندادی اس نے حضور کو ایندادی جس نے اپ پر سب کیا اس نے رسول کو کامی بکی جس نے اپ پر غصب کیا اس نے اپ سے بعض رکھا اس نے رسول سے بعض رکھا۔ اکرم پر غصب کیا۔ جس نے اپ سے بعض رکھا اس نے رسول سے بعض رکھا۔ اپ سے تو لا رکھے بغیر جنت کی بو جی نہیں پائی جا سکتی۔ اپ ہی کی عجیبت علماء اسلام مقرر ہوئی۔ اپ ہی کے تو لا کوپ صراط پا کرنے کی شرط قرار دیا گیا۔ اپ ہی کا گوشت ہم رسول ہے۔ اپ ہی کا خون ہم رسول ہے۔ اپ ہی رازدار رسول ہوئے۔ اپ ہی کو وقت اخ حضور نے اپنی روانے مبارک میں لیا۔ اپ ہی نے آنحضرت کو عسل دیا۔ روزِ قیامت اپ ہی پرشفیع المیشین مکریہ فرمائیں گے۔ اپ ہی قرآن کے ساتھی بنائے گئے۔ اپ ہی سے حق کا اخلاقی کر دیا گیا۔ اپ ہی کی شہادت پر قدری آثار ظاہر ہوئے۔ اپ ہی جنت میں رسول کے ہم مقام ہوئے۔ اپ ہی روزِ قیامت سب سے پہلے اپنا دعویٰ میشیں کریں گے۔ اپ ہی قسم نار اور قسم جنت بنائے گئے۔ اپ ہی ساقی کو خڑ ہوئے۔ اپ ہی کل ایمان سوتے۔ اپ کی شہادت بحالتِ روزہ مسجد میں ہوئی۔ اپ ہی کے قاتل کو شقی الآخرین کہا گیا۔ اپ ہی کو سید شباب اہل الجنت سے افضل قرار دیا گیا۔

الغیر من مولاء کائنات حضرت علی علیہ السلام کی شان میں جس

قدر احادیث وارد ہوئی ہیں ان کو دیکھ کر تسلیم کئے بغیر عمارہ نہیں کر جناب امسیہ کی نسبت کمی شفیع غوثی کا کتاب فضائل نہیں کیا اور حضرت کے فضائل و مناقب لاتخیطے ہیں ۔

سلسلہ تفصیل پر اس عبرتی گفتگو کے بعد اب ہم واقعہ حضرت پربے لگ تبھرہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ شب بجتہ حضرت ابوالحسن اکی رفاقت رسول ﷺ فضیلت کے کس معيار پر ہے حضرات اہل سنت والجماعۃ عموماً اس واقعہ کو حضرت ابوالبکر کے فضائل میں بڑے طمطمہ راقی سے بیان کرتے ہیں۔ اور بڑے اضافوی انداز میں اس قصہ کی تشهیر کی جاتی ہے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کا انتہائی اہم اور ناقابل فراموش یہ واقعہ اس بات کا انزوں مسٹح ہے کہ اس کے پیش منظر وقوعات اور نتائج پر سمجھیگی سے غور کیا جاتے۔ لہذا ہم چاہتے ہیں چونکہ تزارتی واقعہ ہے لہذا اس پر تبھرہ اندازی کرتے ہوئے غور فراہم ذہنیت کو بروائے کار لائے ہوئے مناظرہ سے جدا فی اختیار کریں اور سب سے پہلے صفت واقعہ کو نقل کریں۔ اس کے بعد اس کی جزئیات تزیر بجٹ الائیں اور تکمیل امور تفاصیل کو فرداً فرداً حل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ سیکھی مورضیں نے اس واقعہ کو کتب تاریخ کی بجائے کتب احادیث سے (خذکر کیا اس لیے ہم بھی نقلہ اس طریقہ پر ہی عمل کرتے ہیں ۔

واقعہ بجٹہ مددینہ اور بخاری شریف

علمائے اہل سنت نے اپنی کتب تاریخ میں زیادہ تر یہ واقعہ اپنی سب سے بڑی کتاب صمیح بخاری سے اخذ کر کے نقل کیا ہے چنانچہ ہم بھی بخاری شریعت ہی سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں ۔

”یحییٰ بن بکیر، عیش، عقیل، ابن شہر اب، عروہ بن زبیر، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے ہوش بین حالات کیا ہے دین کو دین (اسلام) سے مرتباں پایا۔ اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام دونوں وقت چارے یہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔ یہی سلاموں کوستایا جائے لگا تو حضرت ابو بکرؓ بارا دہ بہتر جبش (گھر سے) نکلے۔ حتیٰ کہ جب (مقام) بک انہاد تک پہنچے تو ابن الرعنہ سے جو (قبیلہ) قارہ کا سردار بھاگلات ہو گئی۔ اس نے پوچھا اے ابو بکرؓ کہاں چار ہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ سیاہی کروں۔ اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن الرعنہ نے کہا کہ اے ابو بکرؓ تم جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ تم فقیر کا مرد کر کے ہو۔ ریشتہ داروں سے سریں سلوک کر کے ہو۔ یہ کہوں کہ کھالت کر کے ہو۔ ہمان کی صیافت کتے ہو اور حق کی (راہ میں پیش کنے والے) مصائب میں مدد کر کے ہو۔ میں تھا رحماتی ہوں۔ چد لورٹ پیلو۔ اور اپنے وطن ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپ ابن الرعنہ کے ساتھ واپس آئے۔ پھر ابن الرعنہ نے شام کے وقت تمام اخراج قریش میں چکر لگایا اور ان سے کہا کہ ابو بکرؓ جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالنے ہو جو فقیر کی مدد کرتا ہے ریشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اور حق کی (راہ میں پیش کنے والے) مصائب میں مدد کرتا ہے۔ لیں قریش نے ابن الرعنہ کی امان سے انکار نہ کیا۔ اور ابن الرعنہ سے کہا کہ ابو بکرؓ سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔ گھر میں نماز پڑھیں اور حجی چلیے پڑھیں اور نہیں اس سے تکلیف نہیں۔ اور زور سے ز پڑھیں کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور زیکرے (اس نے دین میں) چھپنے جائیں گے۔ ابن الرعنہ نے

حضرت ابو بکر صہی سے یہ بات کہہ دی یہ چھوٹی صد تک حضرت ابو بکر اسی طرح اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے کہ زور سے نماز پڑھتے تھے اور زور نہ گھر کے سوا پڑھتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر کے دل میں آیا تو انہوں نے ایک مسجد اپنے گھر کے سامنے بنائی اور اب وہ اس مسجد میں نماز اور قرآن پڑھتے مرتضیہ کیون کی عورتیں اور بیٹیاں کے پاس بھی ہو جاتے اور ان سے خوش ہرتے اور ان کی صفت و بیحثتے تھے۔ بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر (رَضِیَ اللہُ عَنْہُ) (رَضِیَ اللہُ عَنْہُ) وہ جس سے) بڑے رونے والے تھے جب وہ قرآن پڑھا کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر اختیار نہ ہوتا۔ اشرافت قریش اس بات سے گھر کے تھے اور انہوں نے ابن الدعنة کو بلا میجان بھیج وہ ان کے پاس کیا تو انہوں نے کہا کہ یہم نے تمہارا کام کی وجہ سے ابو بکر نہ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت کریں۔ گروہ اس حد سے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے لپٹے گھر کے سامنے ایک مسجد بناؤالی اور اس میں زور سے نماز و قرآن پڑھتے ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے نہ بھیجن جائیں۔ لہذا انہیں روکو۔ اگر وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرنے پر کوئی معاکریں تو فتحہما اور اگر وہ اعلان کئے بغیر نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ وہ تمہاری ذمہ داری کو واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں تمہاری بات یخاکرنا بھی گوارہ نہیں۔ اور یہم ابو بکر کو اس اعلان پر حکم دیں یعنی نہیں سکتے حضرت عائشہؓ قرأتی ہیں کہ ابن الدعنة ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہاں بات پر میں نے آپ سے معاہدہ کیا تھا آپ کو معلوم ہے۔ ایس یا تو اسی پر قائم رہیا میری ذمہ داری تجھے سونپ دو۔ کیونکہ یہ تجھے گوارہ نہیں ہے کہ اب اکابر یہ بات سین کہ میں نے جس شخص سے معاہدہ کیا تھا اس کی بابت میری بات شیخی ہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے تمہاری امان تھیں واپس کرنا ہو اور اللہ عز وجل کی امان پر رامی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں لکھ میں تھے۔ پھر فتحی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے (خواہ

میں) تمہاری ہبست کا مقام دکھایا گیا ہے کہ وہاں مجبور کے دععت ہیں۔ اور وہ دو سکتا ہوں کے دعیان واقع ہے۔ پھر جس نے بھی ہبست کی تمدینہ کی طرف رکھنے سخے ان میں سے اکثر ہبست لوث آئے حضرت ابو بکر نے بھی مدینہ کی طرف ہبست کی تیاری کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بھی مھروں نیز نکل مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ابھرت کی اجازت میں جائے گی۔ حضرت ابو بکر (فاطمۃ رضیت) عرض کیا ہے میری ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ کو ایسی امید ہے۔ پھر حضرت ابو بکر (از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی وجہ سے ملک گئے۔ اور دو اونٹیاں جو ان کے پاس تھیں انہیں جاری ہیں تو بک لیکر کھپتے کھلاتے رہے۔ این شہاب بلا سلط عروہ حضرت عالیہؑ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ہم ابو بکر کے مکان میں بھیک دو پھر میں بھیجے ہوئے تھے کہ ایک کھنے والے نے ابو بکر سے کھا (دیکھو) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیر چادر ڈالے ہوئے (تشریف لارہے ہیں۔ آپ کی یہ تشریف اوری لیتے وقت تھی جس میں آپ بھی ہمارے ماں تشریف نہ لائے تھے۔ حضرت ابو بکر نے کہا میری ماں باپ آپ پر قربان بخدا اصرور کوئی بات ہے بھی تو آپ اسی وقت تشریف لائے۔ حضرت عالیہؑ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے اندر آئے کی اجازت اپنی۔ آپ کو اجازت میں جائے۔ آپ اندر تشریف لائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا اپنے پاس سے اور روں کو ہشاد و حضرت ابو بکر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ امیر میری ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں یہاں تک رسخت را آپ کی مگروں ای ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ہبست کی اجازت میں کیسے ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وسلم ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے بھی رفاقت کا تشریف عطا ہوا؟ آپ نے

فرمایا۔ ماں (درستی مترجم ہو گے) حضرت ابو بکر رضی عنہ کیا یا رسول اللہ مسیکے ماں باپ آپ پر قربان میری ایک اونٹنی لے یجھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تو بیت میں ہیں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی میں کہ پھر ہم نے ان دونوں کے لئے جلدی میں جو کچھ تیار ہو سکا کر دیا۔ اور ہم نے ان کے لئے چھڑک کی ایک بھیلی میں حکور راس کھانا رکھ دیا۔ اسماں بنت ابو بکر نے اپنے آزاد بندرا کا ایک ملکرا کاٹ کر اس بھیلی کا حانت اس سے باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ان کا لعنت (ذات النطاق) ازاب بندروائی ہو گی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہم تھیں تو رکے ایک غار میں پہنچ گئے۔ اور اس میں تین دن تک پہنچ رہے۔ بعد ازاں ابو بکر جو نوجوان ہتھیار اور روکی روکے تھے آپ حضرات کے پاس رات گزارتے اور علی الصبح اندر پھرے منہ ان کے پاس سے جا کر مدد میں قریش کے ساتھ اس طرح صبح کرتے جیسے انہوں نے یہیں رات گزاری ہے اور قریش کی ہڑوہ بات جس میں ان دونوں حضرات کے متعلق کوئی مکر و تدبیر ہوئی یہ اسے یاد کر کے جو اندر پھر اسوجاتا تھا ان دونوں حضرات کو اگر بتا دیتے تھے۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ ان کے پاس ہی دن کے وقت بکریاں چراتے اور تھوڑی رات گئے وہ ان دونوں کے پاس بکریاں لے جاتے اور اور تین راتوں میں ایسا ہی کرتے رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ (قبیلہ) بنی دلیل کے ایک آدمی کوئی عبد بن عدی میں سے تھا مزدور کھا۔ وہ بڑا واقعہ کا رہیا تھا۔ اور اسی عاصی میں وائل سمجھی کا حلیفت تھا۔ اور کفار قریش کے دین پر تھا۔ ان دونوں نے اسے امین بنا کر اپنی دونوں سواریاں اس کے حوالہ کر دیں۔ اور تین راتوں کے بعد صبح

کو ان دونوں سواریوں کو غار فور پر لانے کا وعدہ ہے یہاں۔ (چنانچہ وہ حب و عدہ آگیا) اور ان دونوں حضرات کے ساتھ عامر بن فہرہ اور وہ رہبر ان کو سامنے کے راستہ پر ٹال کرے چلا۔ ابن شیاب نے فرمایا مرتضیٰ بن جعیم کے بھینبھی عبد الرحمن بن مالک مدحی نے بواسطہ اپنے والدے سراقر بن جعیم سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار بر قریش کے قاصد را پڑے (بمواعیلان کر رہے تھے) گر جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو یحییٰ کو قتل کر دے یا بکڑا میت تو اُسے ہر ایک کے عرض مسو اوپنٹ ملیں گے۔ اسی حال میں اپنی قوم بھی مدح کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا امتحا کر ان میں سے ایک آدمی اگر ہمارے پاس کھڑا سو گیا۔ ہم سمجھتے ہوئے تھے کہ امیں نے کہا اے سبرا قرامیں نے ابھی چند لوگوں کو ماحصل پر دیکھا ہے۔ میرا خال ہے کہ محدث (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس اپ کے ماتحتی ہیں مرتضیٰ کہتے ہیں کہ میں تھوڑا تو گیا کری وہی لوگ میں (مگر) میں نے (اسے دھوکہ دینے کے لئے) تاکر وہ میسے حاصل کر رہ انعام میں شریک نہ ہو سکتے) اس سے کہا یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ تو نے قلاب فلان آدمی کو دیکھا ہے۔ جو ابھی ہمارے سامنے سرگئے ہیں۔ پھر میں تھوڑا کاری جلس میں مٹھر کے کھڑا سو گیا اور گھر آگر اپنی بانزی کو تکم دیا کروہ میسے تھوڑے کوئے جاکر (قلاب) ٹیکے پیچھے میسے رکھ کر کھڑی رہے۔ اور میں اپنا نیزہ لے کر اس کی شام سے نہیں پر خطر کھیچتا ہوا اور اور پر کے حضرت کو جھکائے ہوئے گھر کے پیچے سے نکل آیا۔ حتیٰ کہ میں اپنے تھوڑے کے پاس آگیا۔ لیں میں نے اپنے تھوڑے کو اڑا دیا۔ کہ وہاں جلد پہنچ سکوں۔ جب میں ان حضرات کے قریب ہوا تو تھوڑے نے تھوڑ کر کھاتا اور میں گر پڑا۔ فوراً میں نے کھڑے ہو کر اپنے ترکش میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے تیر نکالے۔ پھر میں نے ان تیروں سے یہ نکال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکوں گایا نہیں ہے تو وہ بات نکلی

بھو مجھے پسند نہیں تھی۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوراہ ہوا۔ اور میں نے ان تیروں کی فال کی پر واد رکی۔ وہ گھوڑا مجھے ان کے قریب لے گیا۔ حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت (کی آوانی) سنی۔ آپ اور ادھر نہیں دیکھ رہے تھے۔ اور ابو بکر اور ادھر بہت دیکھ رہے تھے کہ تم سے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں رھن گئے اور میں اس کے اوپر سے گر پڑا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو لداکھا۔ جب وہ (بڑی مشکل سے) سیدھا گھٹرا ہوا۔ تو اس کے اگلے پاؤں کی وجہ سے ایک غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان تک پڑھنے لگا۔ پھر میں نے تیروں سے فال نکالی تو اس میں سیدھی ناپسندیدہ بات تھی۔ پھر میں نے ان حضرات کو امان طلب کرتے ہوئے پکارا۔ تو یہ بھر گئی میں سوراہ کرن کے پاس آکا۔ تو ان تک پہنچنے میں مجھے جو معاون پیش آئتے ان کے پیش نظر میکر دل میں یہ خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب ہو جائے گا۔ تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری یا قتل کے سلسلہ میں سوانح افعام کے مقصر کئے ہیں۔ اور میں نے اُنہیں وہ تمام خبریں بتا دیں جو لوگوں کا ان کے ساتھ ارادہ تھا۔ اور میں نے ان کے سامنے کھانا اور سماں پیش کیا میکن انہوں نے پچھہ نہ لیا۔ اور زوجھ سے پچھہ مان کا صستیرہ ہمہا بھارا حال پھیانا۔ پھر میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے ایک امن کی تحریر لکھ دیں۔ آپ نے عامر بن فہر کو حکم دیا۔ انہوں نے پچھے کے ایک گلزارے پر تحریر لکھ دی۔ ایک پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ ابن شہبہاب تجھتے ہیں کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زبیر سے ہر قوم سماں تاجروں کے ایک قائلہ میں شام سے آ رہے تھے۔ تو زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچنے کے لئے سفید کپڑے دیتے۔ ادھر مدیریتہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکر سے فدل آئے کی خبر سنی

سختی۔ تو وہ روز براز صبح کو (مقام) حرہ تک (آپ کے استقبال کے لئے) آتے اور کاپ کا انتظار کرتے تھے یہاں تک کہ دوسرے کی گرمی کی وجہ سے والپس چلے جاتے۔ ایک دن وہ طویل انتظار کے بعد والپس چلے گئے اور جب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو اتفاق سے ایک یہودی اپنی کسی چیز کو دیکھنے کے لئے مدینہ کے کسی طبلہ پر چڑھا۔ لبیں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو سفید دکپڑوں میں (بلبوں) دیکھا۔ کہ سراب ان سے چھپ گیا ہے۔ تو وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے پکارا کہ اے گروہ عرب! یہ ہے تمہارا نصیب و مقصود جس کا تم انتظار کرتے ہیچے۔ یہ سنتے ہی مسلمان اپنے اپنے بھیبارے کے امنڈا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حرہ کے پیچے استقبال کیا۔ آپ نے ان سب کے ساتھ داہمی طرف کارا است اختیار کیا۔ حتیٰ کہ آپ نے ماہ ربیع الاول پیرو کے دن بنی اعراب بن عوف میں قیام فرمایا۔ لپس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے گھرے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے۔ جن انصاریوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا تو وہ آتے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسکے بڑھ کر صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آگی۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسکے بڑھ کر اپی چادر سے تھی صلی اللہ علیہ وسلم پر سرایہ کر دیا۔ اس وقت ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچاپا۔ پھر انہیں صلی اللہ علیہ وسلم بنی اعراب بن عوف میں دس دن سے بچھا اور پستیم رہے۔ اور یہیں اس مسجد کی بنیاد ڈالی جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر آپ اپنی اونٹی پر سوارہ بکر چلے۔ لوگ آپ کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ وہ اونٹنی مدیر سیں (یہاں اب) مسجد بنوی ہے (اس) کے پاس بیٹھ گئی۔ اور وہاں اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھتے تھے اور وہ زمین دو یہم بچوں کی متحفی جو اس دین فرارہ کی تربیت میں تھے۔ جن کا نام سہل و سہیل تھا۔ ان کی بھروسہ

کا مفیدان تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوئی میڈھ کی توبیہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا انشا اللہ ہی سہارا مقام ہو گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
دو نوں پھول کر بلایا اور اس جگہ مسجد بنانے کے لئے آپ نے اس کھلیان کی
ان سے قیمت معلوم کی تو انہوں نے کہا (یہم قیمت) نہیں (یہیں کی) بلکہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہم یہ زمین آپ کو بہبہ کرتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس مسجد کی بنیاد رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام
کے ساتھ اس کی تعمیر میں اٹھاٹھا کر لا رہے تھے۔ اور فراتے جانتے تھے
یہ بوجہ اٹھانا اسے ہمارے رب ٹھاکر اور پاکیزہ کام ہے۔ اور آپ فرم رہے
تھے اسے خدا تاب صفت آخرت کا ہے۔ انصار اور ہمایہ حسین پر رحم فرمایا پھر
آپ نے کشمکشان شاعر کا شعر لیا جس کا نام مجھے نہیں بتایا گیا۔ ابن شہاب
بھتیجے میں کہ احادیث میں یہ میں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم نے اس شعر کے سر اکسی اور شعر کر پڑا پڑھا ہے۔^{۱۰}

(صحیح بخاری۔ جلد دوم۔ کتاب الانبیاء وحدیث، ص ۱۰۸، ص ۱۱۰ تا
ص ۱۱۱) مطبوعہ تحریسید اینڈ منز۔ قرآن محل۔ کراچی)

صحیح بخاری کی میغقول روایت امام بخاری کی قلم کاری کا ایک ادنیٰ نمونہ
ہے۔ وہ محقق امریہ ہے کہ محدثین دو حصین اہل سنت کے طبا عیون کا مکمل فقر
میں کے مواد و اجز اکی ترتیب و تدوین قو حکومت تلاش ہی کے دور میں شروع
ہو گئی تھی مگر عہدہ بنی امیہ میں فرمائیں شاہی کے ذریعے ان موصوعات کے طور
کو بزرگ رطاقت دلائیں اصل عقاید میں سودا گیا۔ اور اسٹرہ سلاطین نے
اس تدبیر کو استحکام حکومت کا لازمی ذریعہ قرار دیا۔ ان موصوعات
کی تشریف کر کا اس سند حکم انداز میں جاری رکھا کر میصنوعات حقیقی روایات پر
صحت میں گئیں۔ لیکن با وجود اس اہتمام و انتظام کے حقیقت کو مٹایا نہ

جاسکا۔ چونکہ یہیں ان مرقبیات پر تنقید کی عادت ہو چکی ہے لہذا انکشافت حقیقت کے لئے بخاری شریعت سے پوری روایت کو نقل کرنے کی ہدروت محسوس ہوئی۔

صحیح بخاری کے مطابعہ یا فتنہ قارئن پر یہ بات ضرور واضح ہو گئی کہ امام بخاری صاحب اختصار پسند حدث ہیں۔ لیکن یہ روایت غلاف عارف انہوں نے توب پھیلا کر رقم فرمائی ہے۔ اور مختصر فویں پر طویل الرحمی کو پسند فرما ایک اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ وہی ضروریتِ خاص ہے جس کا تذکرہ ہم نے اور بر کیا ہے۔ اور اس بات کو خود علماء اہل سنت نے بھی تاولیا ہے چنانچہ مولوی شبلی نعمانی جیسے مس العلام بزرگ عسکری نے اسے خصوصاً محسوس کیا ہے ربیعی کے نزدیک کم عمری اور عدم صلاحیت مانع روایت تھی کیونکہ انہوں نے واقعہ قریش کا انکار محسن عبدالشیب عباس رضی اللہ عنہ کیم سنی کے باعث کیا ہے حالانکہ وہ پسندیدہ برس کے نوجوان تھے۔ لہذا اس روایت کی راویہ بی بی عائشہ کی صرف چھ سال عمر ان کو روایت کرنے سے نا اہل قرار نہ ہے سکی۔ بلکہ اپنی ساکھہ اور بات رکھنے کے لئے خوب کریا کر انہوں نے یہ واقعہ رسول اللہ اور حضرت ابوالبکر سے سنا ہو گا یعنی احتمال ہے یقین نہیں۔ پھر یہ مرد بھی دیکھنا سوکا کہ معاملہ فدک میں اولاد کی شہادت والدین کے حق میں قبول نہ کی گئی تھیں بیان وہ کلیہ کیوں نظر انداز کر دیا گیا ہے اصول تنقید کے مطابق اور مختار اسلام اہل سنت کے تحت تو حصنِ شہادت کی وہ تمام روایات ناقابل اعتبار ٹھہری ہیں جو انہوں نے اپنے والد صاحب کے حق میں روایت کی ہیں۔ مگر یہ کلیہ تو خفی صدیقہ و منجع کئے گئے ہیں تاکہ اخفاً فضائل آں مدد ہو سکے۔ اپنے ہاں کسی بھی معاملے میں اس لحاظ کی ہدروdot نہیں ہے۔ کیونکہ اکثریت بھی آخر کوئی چیز ہوتی ہے۔ اور اجماع بھی کوئی بعوی شے نہیں جسے آسانی سے قطع نظر کیا جاسکے۔

ہم نے اُن صفتیں بخاری ہی پر اکتفا کیا ہے اگر لغایات طبرانی و دیلمی

ہمیں اور ہمروں کے طور کا انبار بکھار جائے تو اسے یہی کی ایک نئی کھانی بن سکتی ہے۔ امتحنہ ایک طالب علم جب ہبھت کی حقیقت و منورت پسخور کرتا ہے تو اس نتیجہ پہنچتا ہے کہ "وقت و قریعہ ہبھت حالات ایسے تھے کہ کفار قریش کی خلافت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ انہوں نے قبل رسول ﷺ کا منصور یا یا معاشر۔ اور خدا کو اپنے رسول ﷺ کی راہداری حفاظت منعقد کی تھی" ان علل و اسباب پر جب نظر غائر طریقی جائے تو بخاری صاحب کی مرویات بالکل خلاف مصلحت دکھانی دیتی ہیں۔

اولاً اب جب ہم یہ روایت پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ہبھت کا بیان نہیں بلکہ حضت ابو بکر کی صدقیت، صحابیت، حمایت، زناقت خدمات اور رسول ﷺ پر اُن کے احسانات کے زکار نگہ رکھوں کا خواصیت و دلکش الجیار کیا گیا ہے جب اس طلبی مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ پر پیکر نورانی کی زیارت کی جاتی ہے تو اس حضت ابو بکر کے احسانات کی زیریاری اور اُن کی مشیرت وہ رابطہ کی متابعت کارنگ ایک طبق افشاء راز خداوندی اور مصلحت وقتی سے خلاف ورزی کا نمونہ دکھانی دیتا ہے تردد و سری طافر فضائل و مناقب ابو بکر میں مضمون افریقی نے فضائل کو اتنا دبادیا ہے کہ تاریخ اسلام کے اس عظیم الشان واقعہ کی اپنی حقیقت ہی باقی نہیں رہتی ہے۔ اس روایت کے میان کے مطابق ہبھت عین دوپہر کے وقت ہوئی جیسا کہ عائشہ فرماتی ہیں کہ "ہم ابو بکر کے مکان میں مجھک دوپہر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنہے والے نے ابو بکر سے کہا...۔۔۔" ایک عالم حاکم کے مات صریحاً خلاف واقعہ ہے کیونکہ ہبھت رات کے وقت ہوئی۔ اور اعجمت روایات ہی کو حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا کر گھر سے باہر تشریف لائے۔

واقعہ شہر ہبھت درحقیقت ایک سر عینم تھا۔ اس سے قبل عقبہ کی دو نوں سیعینیں بڑی راہداری سے منعقد ہو چکی تھیں۔ اور ہبھت ران کے دو ماہ بعد ہوئی۔

جس رسول نے انصار مدینہ کی حمایت و بیعت کو صیغہ راز میں رکھا اس سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ بہت عیسیٰ رازِ الہی کو انشا کر دیا۔ جبکہ کفار کی خلافت شدید ترین تھی۔

ابن حجر عسقلانی کی راستے | اس روایت کے مطابق اخضتر دوپہر کے وقت حضتر ابو بکر کے گھر تشریف لائے اور ان کو آکا ہے کیا کہ مجھے بحث کا حکم ہو گیا ہے چنانچہ ابو بکر کو ساتھی بنانا منظور کیا اور اسی وقت تیاری کر کے روانہ ہوتے۔ یہ بیان اس قدر خلاف واقع ہے کہ خود علماء اہل سنت مجبور ہو گئے ہیں کہ اس کی تردید کریں۔ چنانچہ شارح صحیح بخاری شہر علام اہل سنت ابن حجر عسقلانی نے اعتراف کیا ہے کہ یہ واقعہ قطعاً ساقط الاعتبار ہے۔ امام ابن حجر خیر پروفات ہیں کہ ”ابن جبائی کی دوسری روایت زیادہ مناسب واقعہ ہے۔ اس مقام سے حبیبؑ کو حضرت امام احمد بن حنبل اور امام حاکم نے عمر بن میمون سے روایت کی ہے کہ بعد تشریف برتھا جا ب رسول خدا صلم مشرکین حضتر علیؑ پر پھر برسا رہے تھے یہ سمجھ کر کہ رسول اللہ صلم یہی ہوتے ہیں کہ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ اتنے اور حضرت علیؑ کو اخضتر تجھے کہ کہا یا رسول اللہ تو حضتر علیؑ نے فرمایا رسول خدا صلم تو بیرون کی لافت تشریف لے گئے تم بھی جا کر بیل جاؤ۔ ابو بکر اور حضرت علیؑ اور حضرت کے ساتھ داعل غار ہوئے۔ الحدیث اور اصل اس کی تردیدی اور نسائی میں ہے۔“

(فتح الباری شرح صحیح البخاری)

اب خدیش شارح بخاری کے اعتراف سے معلوم ہو گیا کہ نہ ہی حضتر رسول کریمؐ نے حضتر ابو بکر کو کسی قسم کی کوئی اطلاع دی اور نہ ہی ان سے کوئی صلاح و مشورت کی تھی۔ کیونکہ دفعہ حکم بحث نمازیں ہونے کے بعد آپؐ کو ان امور کی فرست ہی نہ تھی۔ جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کریں گے کہ

ہجت کا حکم ملتے ہی حضور غارکی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ حضرتؓ کے تشریف سے جانے کے بعد حبیب محوال آئے اور ختاب امیر کو بستر رسولؐ پر سبز جاذرا اور ٹھیپایا۔ لہذا رسولؓ سمجھ کر "یا رسول اللہ" پہلا راتخاب امیرؓ نے غلط نہیں کو دو کیا۔ اور بتایا کہ بیرونیوں کی طرف رکھے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر اس نقل و حرکتِ رسولؓ سے قلعائیے اطلاع و بے خبر رکھتے۔ لہذا وہ تمام قصصِ جن میں آنحضرتؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے تھر حاکم شورہ کرنا فارد ہوا ہے صریح کذب ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ابن حجر نے یہ روایت باطین منفر نکھلی ہے جیسا کہ پھوٹھی علما نے اعتراض کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ ابن حجر نے اس روایت کو امام احمد بن حنبل، اور امام حاکم کے اسناد سے لکھا ہے۔ دونوں اماموں نے اس واقعہ کو مختصرًا درج کیا ہے اور اصل اس کی صحاح رستہ میں سے دو صحیح کتب ہیں ایعنی صحیح ترمذی اور فیضی۔ اس ملاحظے سے یہ حدیث پانچ جلیل القدر محدثین کی صدقہ ثابت ہے اور اس کی چیٹی سند حبیب ذیل عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سیوطی کا بیان | ابن مردویہ اور ابوالنیم نے دلائل النبوة میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ شب کو مکان سے باہر نکلے

او قریب غار پہنچے تو آپ کے پیچے ابو بکر بھی آ رہے تھے۔ حضرتؓ نے جب ان کی آہٹ میں تو خوف ہوا کہ کوئی پیر طنز والا نہ ہو۔ ابو بکر نے کھنکارا تو آنحضرتؓ نے آذن سے پہچانا اور بھرٹے ہو گئے یہاں تک کہ دونوں دہائی سے ساتھ ہو گئے۔ اور پھر اسی طرح غار تک پہنچے۔ (درستور حج ۲ ص ۲۷۷ سیوطی)

علام حافظ جلال الدین سیوطی نے بیان کر دہ اس روایت جا سی کی تعلیم کھول دی اور بتلا دیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی شرکت یا زفافت حضورؓ کے اجانت و مرغی کے خلاف تھی۔ ورنہ آہٹ میں کر تعاقب کرنے والے کا گمان

پیر از سوچتا۔ ایسی لاعلمی کہ مزورت معلوم کے لئے وقت میغودہ پر حضرت ابو بکر کو آتے ہوئے دیکھ کر بھی اخیرت صلیم نہ چوان سکے، ثابت کتی ہے کہ حضرت کے متعلق حضرت ابو بکر سے کسی قسم کا کوئی مشورہ اخیرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیا۔ بلکہ امر ملتے ہی فوری طور پر رواز ہو گئے۔ علامہ سبوطی اس سلسلے میں ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر کی گواہی

یہیقی نے الدلائل اور ابن عساکر نے حلیمیں حضن العربی سے روایت کی ہے کہ ہم نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا کیا آپنے ابو بکرؓ سے بہتر ہیں؟ تو حضرت عمر رکھنے لے گئے۔ اور کہنے لئے قسم خدا کی ابو بکرؓ کی ایک رات اور ایک دن بہتر ہے عیزؑ سے۔ رات تو وہ کہ جسیں شب کو حضرت مکہ سے روانہ ہوئے ہیں تو ابو بکرؓ نے تعاقب کیا اور کبھی آگے ہمچھاتے تھے اور کبھی آپ کے پیچھے چلنے لگتے تھے کبھی دامنی طرف چلتے اور کبھی بائیں طرف ہو جاتے تھے۔ (تفصیر منشور حبد، ص ۲۱۷)

اب تو حضرت عمر بن خطاب نے بخاری و ای محدث اور انتظام و بنود و سفر وغیرہ کی تمام پیش بندیوں پر خاک طال کر حضرت ابو بکرؓ کا تعاقب کرنا تسلیم کیا ہے۔ احادیث و تفاسیر کے بعد اب تاریخی ثبوت پیش خدمت ہے۔ اور اس تاریخ سے کہ جو ام التواریخ ہے۔

تاریخ طبری حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور حضرت رسول اللہؐ کی طرف تشریف رکھئے۔ اگر تم کو کچھ مطلب ہو تو جا کر آپ سے مل جاؤ۔ حضرت ابو بکرؓ نہایت سُرعت سے اور چلے۔ حضرتؓ کو ان کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ تو آپ نے ان کو کوئی مشرک تعاقب لکھنے دیا۔ اور اس وجہ سے آپ دوڑ کر پہنچنے لگے۔ یہاں تک کہ تعلیمین مبارک کے آگے والا بند روٹ

گیا۔ اور حضرت مارکا انگوٹھا شکافت ہو گیا۔ جس سے بہت ساخوں بہا مگر پھر بھی آپ دوڑتے جاتے تھے۔ تب ابو بکرؓ کو خوف ہوا کہ حضرت مسیح کو اس سے بھی زیادہ تکالیف و صورت پہنچے۔ تو ابو بکرؓ نے اپی آواز بلندی کی تو حضورؓ ان کو پہاڑ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ابو بکرؓ بھی آگئے اور ساتھ ساتھ چلے اور رسول اللہ صلیع کے پاؤں سے خون جاری تھا یہاں تک کہ صبح ہوتے تک غار تک پہنچے۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۸۷ مطبوع عرص)

عقلی تاثر اصلی واقعہ توری ہے جس کی صورت تبریل کر کے خود ساخت

عقلی تاثر حکایات و خرائنات کے زنگین نقاب پر چڑھائے گئے اوس انہی

زنگ آمنزیوں کی وجہ سے کتب سیر صبح خاری کو ترجیح دی گئی۔ بخاری صاحب کو حفاظت کی حفاظت سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ انہیں تو احکام عقائد منظور تھا۔ بہر حال ہم نے احادیث کی صحیح کتب اور تاریخوں کی مال سے مشتمل ہو پیش کئے جس سے پہنچنے بآسانی اصل حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔ یہ معرفات نقل اہمیت فارسیں کئے گئے۔ اب عقلی گذاریں سماعت فرمائیں۔

کوئی بھی صاحب عقل سیم انسان یہ یقین نہیں کر سکتا ہے کہ ایسے اڑے وقت میں جبکہ حضورؓ پر کفار نے عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا اور آپؓ کے قتل کے لئے باغ قائل سے بیسم قاتل منتخب ہو چکے تھے۔ دولت کدھ کا محاصرہ کیا جا چکا تھا کہ حکم عبتر نازل ہوتا ہے۔ ایسے تنگ وقت پر خطر حالا میں رسول اللہؐ کو یہاں قریضت ہو گی کہ وہ حضرت ابو بکر کے گھر لشکر لے گئے جائیں اور وہاں مشورت فرمائیں۔ چنانچہ اب تکی وقت کا مشورت بلا خاطر کریں۔

”جب کفار نے مشورہ کیا (قتل اخضرت مارکا) تو حضرت جبیرؓ نے اک خردی کہ آج کی رات جہاں آپؓ سوتے ہیں وہاں زمزیتے۔ کیونکہ خدا نے اسی وقت آپؓ کو مدینہ جانے کا حکم دیا ہے۔ اسی وقت اخضرت مارکا

نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ ہماری خرابگاہ پر سور ہو۔ اور ہماری چادر اور طرحدی لو۔ تبہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ پھر سرکار بیان سے ہماری نسلک آئے تو۔ ایک بیٹھی خاک ان لوگوں پر ڈالی (حریت الشرف کا ماحصلہ کئے ہوئے تھے) خدا نے ان کی بینائی مuttle کر دی وہ آپؐ کو تشریف لے جاتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ اور آنحضرتؐ کیت انا چلنا فی اعناقہم اغلا اللہ۔
لایہ صریون تلاوت فرماتے ہوئے نسلک گئے ہی۔ (معالم السننیل)

تفسیری بیان ثابت کرتا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آجیا تھا وقت ہرگز نہ تھی اور وقت نزول حکم جب تر نظاہر آپ کو اس کی خبر نہ تھی۔ لہذا یہ فعید حکم کی مٹا درت و صلاح و نیویت کا معقل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپؐ اسی وقت علیؑ کو اپنے نبتر پر شلاکر روانہ ہو جاتے ہیں۔ پس لوگوں کی افسانہ تراشیوں کو اس وقت کی حالت انتظار اور عالم انتشار، حکم الہی کے فوری نزول اور اس کی فوری تعمیل کی صلحت سے کوئی ربط حاصل نہیں ہے۔ اب ہر صاحب صیر الدین از داری سے پوچھیو رکھا کہ جس امر عظیم کو مدیر قدرت نے اس استھانا طور از داری سے پوچھیو رکھا ہو گوئے وقت نزول حکم تک نظاہر اس کی اطلاع رسول میں کوئی نہ ہو۔ اور فوری تعمیل حکم کی تاکید فرمائی ہو وہ راز عظیم اس بے پرواہی و بے یاکی اور آزادی سے طشت از بام کیسے کیا جا سکتا ہے۔ پس یہ ملک ساز بیان اور افسانہ نکاریاں صفت حضرت ابو بکر کی صرح سرائی اور مرتبہ افزائی کی خاطر گئی ہیں و در تراجم موفوظات کی کوئی اصلاحیت نہیں ہے۔

سورہ انجوال میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے کہ:
”جس وقت کافروں کو تم سے مکر کرتے تھے کہ تم کو قید کریں یا قتل کر دیں یا خارج الیلہ کر دیں اور وہ مکر کرتے تھے اور خدا ان کے مکر کا جواب دیتا تھا اور وہ بہتر جواب دیتے والا ہے ما کریں کا یہ۔

کفار کے جواب مکر میں جب تحریر المکرین اسی بحثت و برعت کے ماتحت اپنی حکمت و تدبیر کو عمل میں لارہا ہے تو پھر اس وقت اتنی بُجاح الشہ کہاں باقی رہتی ہے کہ حضور حضرت ابو یکریٰ پاہن جا کر صلاح مسٹر کریں یا سامانی سفر درست کریں۔ بلکہ تدبیر الہی کا مدعای تراسی قدر تھا کہ استمبارک پر علیٰ کو شکار بیت اشرت سے جلد نکل جائیں اور آئندہ کے تمام معاملات کو اللہ کی تدبیر کے حوالہ فرمادیں۔ یہی شان رسالت تھی اور ایسا ہی سوامی عیا کہ صاحب معلم التنزیل نے لکھا ہے:

”حضرت علیٰ کو اپنا قائم مقام کیا۔ کہ جو امامتیں حضور کے پاس لوگوں کی تھیں ان کو ادا کر دیں۔ کیونکہ آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق و امانت پر اعتبار کر کے لوگ اپنی امامتیں آپ کے پاس رکھوادیا کرتے تھے۔ اور مشترکین فرش علیٰ کا پھر دے رہے تھے اور مجھے تھے کہ بھی نئی خدا ہیں۔ جب صحیح ہر فی تو سب کفار اور ہر توجہ سوئے چادر اٹھائی تو دیکھا علی ہے۔ پوچھا تھا اسے صاحب بھیاں گئے۔ فرمایا ہم نہیں جانتے تو سب لوگ حضرت کائنات لکھاتے ہوئے چلے اور لوگوں کو حضرتؐ کی تلاش میں روائز کیا۔“ (معلم التنزیل)

اب قرآن اور تفسیر دنوں کی عبارات آپ کے سامنے ہیں۔ ان کو روایت بخاری سے ملا کر دیکھئے تو صاف ہاں ہو گا کہ اس واقعہ کے متعلق تفسیر قرآن کی عبارت مکر کفار کے جواب میں صرف تدبیر الہی اور ایثار علیٰ کے واقعات بیان کرتی ہے۔ جبکہ بخاری صاحب حضرت ابو یکریٰ کے قصیدے سُننا رہے ہیں۔ واقعہ کی حقیقت کو یچھائے جاتے ہیں اور تمام وحی و واقعات میں حضرت امیر علیٰ اسلام کی ان عدیم المثال اور فرق الکمال خدمات کا ذکر نہیں کر سکتے کیا یہ حدادت حیدر کر آئے نہیں تو اور کیا ہے؟

امام غزی الدین رازی اپنی تفسیر کیسے میں تحریر کرتے ہیں کہ ”جب

علیٰ ابن ابی طالب شب ہبست فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سوئے تر حضرت جبریلؑ بغیر حزم مخالفت آپ کے سر ہانے تھے اور میکا یہی پانچتی۔ جبریلؑ نذکر تے تھے۔ مبارک ہو امبارک ہو اکون ہے مثل تیرے اے فرزند ابو طالب اک خدا تیری ذات سے مبارکات کرتا ہے۔

فرشتوں پر پھر آیت و من یشی نفسم ابتعاد مرضاۃ اللہ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

ای طرح امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جانب امیر فرش سعیہؑ پر سوئے تو خدا نے حضرت جبریلؑ و میکا یہی پروتھی کی کہ ہم نے تم دونوں کو بھائی بنایا اور ایک کی عمر کو دوسرے سے طولانی کیا۔ اب کون تم میں الیا ہے جو اپنی جان کو دوسرے پر فدا کرتا ہے۔ دونوں نے زندگی ہی کو پسند کیا۔ تو پھر خدا نے وہی بھی کہ کہیں تم مثل میں بن ابی طالب کے نہیں بن جاتے کہ ہم نے انہیں او رحمن علی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مرا خات قائم کی تو آج علیٰ نے اپنی جان کو آن پر نثار کر دیا ہے۔ اور ان کی حیات کو اپنی حیات پر اختیار کر لیا ہے۔ اب تم دونوں زمین کی طرف رجاؤ اور آن کی خلافت کرو۔ حضرت جبریلؑ سر ہانے آئے کھڑے ہوئے اور میکا یہی پادوں کی طرف آکر کھڑے ہوئے اور پکارتے تھے۔

کوئی شخص ہو سکتا ہے مثل تمہارے اے علی بن ابی طالب کر خداوند عالم تمہارے سبب فرشتوں پر مبارکات کرتا ہے۔ اور یہ آیت نازل کی کہ آدمیوں میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو اپنی جان کو رضاۓ الہی کے لئے بیچ ڈالتا ہے اور خدا نے تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ (التاریخ الحمیس جلد اول ص ۳۴۶)

اس مقام پر یہ میں ذکر فضائل و مناقب حیدریہ کا بیان مقصود نہیں بلکہ صفت قاریین کی توجہ اس ستم نظر لیفی کی جانب مبذول کرنا ہے کہ امام بخاری صاحب کیسے ایماندار اور دیانت دار حجۃت ہیں کہ جو واقعہ متراترات سے ہے یعنی حضرت علی کا فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سونا اور آیت و مرن یہ شری کا نازل ہوتا اور جس پر تمام واقعہ حجۃت کا دار و مدار ہے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اور جو واقعہ قطعاً علاوہ واقعہ ہے اور خاص آپ کا خود تراشیدہ ہے۔ اس کو اپنی صیغہ میں مختلف رکھوں سے بھر دیا ہے۔ یہ خود غرضی، جانبداری اور طرفداری کی بذریعہ مثال ہے۔

اسناد روایت روایت بخاری میں واقعہ برادر ابن شہاب سے مردی ہے۔ جبکہ امام بخاری ابن شہاب کے وقت پیدا بھی تھے۔ لہذا انہوں نے کس طرح اُن سے مُنیا چنانچہ شارح بخاری امام ابن حیر عسقلانی نے متوجه کرتے ہوئے اس اعتراض سے کتراتے ہوئے تجوہ رکھ دیا ہے کہ اپنے بیان کردہ اسناد میں اس واقعہ کے لئے بھولی جائیں۔ لیکن یہ جواب قطعاً بے دلیل ہے۔ پس یہ روایت مقطوع ہے۔ اس لئے اسناد کے اعتبار سے بے مقدار قرار پاتی ہے۔

حیانت صیغہ بخاری مذکورہ کی ہوشیاری و چالاکی دیکھئے کہ عربی عبارت "انما حَمَّمَ أَهْلَكَ" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "یہاں تو صفت آپ کی گھروانی ہیں" یہ جو قطعاً علاوہ ہے۔ حالانکہ قریم مترجمین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "ب آپ کے اہل میں"۔ اب چونکہ یہ بات علاوہ واقعہ حقی اس لئے کہ حضرت عائشہ سے تو نکاح ہرگیا تھا دہ نوجوں کی تعریف کے اندر آپکی بھیں مکارہ میں ابو بکر اہل میں کس طرح خالل ہو سکتی ہیں۔ لہذا بخاری کی قلطی کا ازالہ کرنے کے لئے صیغہ جمع کا ترجمہ واحد صیغہ میں کر دیا گیا ہے۔ جبکہ دراصل

حضرت ابویکرؓ کے خطاب سے بخاری کا نقل کردہ جواب نیادہ تجویز ہے حلاکہ علماء میشین کے دیگر اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابویکرؓ کی کبھی ان الفاظ میں آپ کو جواب ہی نہیں دیا۔ یہ امام بخاری کی حضرت ابویکرؓ کی زاندازی صفوتوں میں جس کے حسب نے صد فرج کی عظمت کو بڑھایا نہیں بلکہ کھٹایا ہے۔ جبکہ روایات ہشام ابن عروہ وغیرہ میں حضرت ابویکرؓ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”حکایاتی میری دلوں بیٹیاں ہیں۔ جو ہر طریقہ و قریب سے بالکل مناسب جواب تھا۔ کہ تم نہیں بشرافت اسی جواب میں بھلکتی ہے۔ ہشام بن عروہ اور دیگر راویان حدیث کی حدیث میں پھر بھی روایت بخاری سے معقول نظر آتی ہیں جبکہ بخاری کی فلمکاریاں صرف حضرت ابویکرؓ کی رسمیت اور حیثت خالشہ کی خصوصیت کے اظہار پر مبنی ہیں لیکن افسوس کروہ بھی پوری نہ ہو سکیں۔ اُن کے جادو کو دوسرا دیوبنے کا اعلان کر دیا۔

اوٹنیوں کا قرضہ | روایت میں مذکور ہوا ہے کہ حضرت ابویکرؓ نے اوٹنی آپ سے لیجھتے۔ یہ ذکر کسی منقبت کا حامل نہ تھا کہ لبقوں بخاری حضورؐ نے قیمتاً اوٹنی قبول کی تاہم اس کو عملی اہل سنت نے بڑی شدید سے ذکر کیا ہے لیکن شارح بخاری جناب ابن حجر عسقلانی نے اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ این اسحاق نے مزید کہا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہم اس اوٹنی پر سوار نہ ہوں گے جو ہمارا مال نہ ہو۔ ابویکرؓ نے کہا وہ تو آپ ہی کا ہے حضورؐ نے فرمایا بشرطیکہ وہ قیمتی لوحیں مول پر تم نے خرید لے ہے۔ ابویکرؓ نے کہا ہم نے اس قیمت پر لیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا ہم نے اس دام پر لیا۔ اسی طرح طبرانی نے اسما ریت عیسیٰ سے تو ابویکرؓ سے کہا اگر جا ہے تو قیمت ادا کر دیجیے۔ اسی طرح واقدی کے نے کہا ہے کہ قیمت آٹھ سو دینار ہوئے اور یہ دی اوٹنی ہے جس کا نام قصویٰ ہے۔ لیکن

ابن اسحاق کے مطابق یہ نا فہرستہ بخدا تھی۔ ابین جبار نے بھی اسی سے اتفاق کیا ہے
شیخ عبدالحق حدرست دہلوی اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔

”حضرت ابو بکرؓ کے دو اوقت تھے جن کو اہم نے چار سو درہم یاد و سری
روایت کے مطابق آٹھ سو درہم پر خریدا تھا۔ اور جبار یہ نہیں توک چارہ دعیرہ کھلا
کر خوب تیار کر کے اپنے پاس رکھے لیا تھا۔ اس موقع پر دونوں کو حضرت مسیحی خد
میں اپنے پریشان کیا۔ آپ نے فرمایا میں انہیں قیمت دے کر الہتہ تبویں کر
سکتا ہوں۔ لیکن نو سو درہم پر اس حضرتؓ کی صلح نے ان کو حضرت ابو بکرؓ سے
خوبی لیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے باوجود ان کی رسخیت و اعتماد اور سالقہ احادیث
اتفاق اموال دعیرہ بلا قیمت نہیں لیا۔ خرید لئے میں حکمت یہ تھی کہ آنحضرت صلم
نہیں چاہتے تھے کہ خدا کی رہا میں کسی کی مدد اور تعاون قبول کریں چنانچہ آئیہ
لائق شرکت عبادتہ مابہا احمد العین اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو
اپنا شرکی نہ بناو۔ میں اس کی طرف خاص اشارہ مرجوں تھے۔

(مدارج النبوة جلد ۲ ص ۲۷)

شیخ عبدالحق حدرست دہلوی صاحب کی اس عبارت سے اس واقعہ میں
سرکاری دو عالم صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی ”شرکت قی العادۃ“ میں انتہائی احتیاط
ثابت ہوئی ہے۔ ہنڑا ب ایک طفہ قرآنی آیت اور شاہ عبدالحق صاحب کا بیان
ٹھانٹھ کریں تو دوسری طفہ بخاری کی روایت ہے میں امام بخاری نے حضرت
ابو بکرؓ کی ان امور عبادت میں شرکت کے لئے ای طی بھی مکار و صرف فرمایا ہے۔
لیکن چونکہ آنحضرتؓ مجدد شعبہ باشے شرک سے جتنی طور پر عقور نظر ہے
لہذا اس سلسلہ اصول کے خلاف آپ نے واقعہ حجت میں امن کا خصوصی خرم
فائز رکھا اور کسی کو خلاف کیتی اپنا نتیجہ کارنے بنایا۔ اللہ کا شکر ہے
کہ بخاری صاحب کی روایت میں ایک امر غیر بھی مل گیا ہے جس سے ہمیشہ کھلیتے
انحضرتؓ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کو حضرت ابو بکرؓ کے بار احسان سے سبک و سی

حاصل ہو گئی۔ اگر بخات صاحب اپنی حقیقت بخدا میں ادا کرے قیمت والی نشرط بھی گوئی کر جاتے تو ان کا بیان بھکارا جا سکتا تھا۔ لیکن الفاظ قران کا صاف الفاظ میں یہ نشرط پیرو قلم کر جانا میں یہ جیسے طالب علموں کے لئے احسان ہے۔ اُن کے اس اندراج سے کم از کم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغنا، توکل، صبر و رضا بھی اوصافِ رسالت ضرور ثابت ہو جاتے ہیں۔ اور اتنا نبہوت کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ نے عالمِ مصیبت و غربت میں اپنے یاری و مدد کا رسی کی حالت میں بے ساز و سامانی کی کیفیت میں بھی یہ گواہ نہ فرمایا کہ کسی کی اونٹنی بلا قیمت یا مستعار حاصل کر کے راہ خدا کا راستہ دو قدم بھی طے کیا تھا۔

جس رسول نے اپنے چحا بڑا طلب کا با برا احسان اُن کے فرزند علی علیہ السلام کی پرورش کر سکے باقی مرضھا حالاً تک بعد ازاں والدیر بات چھا کے فرقن میں شامل تھی۔ بھلا و فہیسے کسی اپنے شخص کا احسان قبول کرتا جس کی کوئی امتیازی حیثیت نہ تھی۔ وہ نبی مسیح جس نے ایک کریم کا احسان جو آپ کے چھا بھائیوں کے ساتھ کیا گیا تھا کو اپنے ذمہ باناتی نہ رکھا اور اس شخص کو اپنا بیرون کنون کے فور دیدیا۔ وہ خدا کے خاص اکام کے متعلق کسی غیر میراث شخص کا احسان کیسے گواہ کر سکتا تھا۔ بہر حال شاہ عبدالحق محدث جسے کلرنسی عالم و نا انت کو اس بات کا اقرار ہے کہ اخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہ چھا بکار راہ خدا میں کسی کی امداد و اعانت کو قبول کریں۔ اس لئے حضرت ابو بکر سے بلا قیمت ناقر نہی۔ نواس سے یہ بات از خود ثابت ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطیب خاطر حضرت ابو بکر کو اپنے ساتھ رہ لیا۔ کیونکہ ساتھ لے کر کسی کو غار میں حانا کا لشکر بھی بھاری احمد کا منہماں فی سے اسلئے کہ یہ تو ایسا شرک ہے جو ان الشرک لا یغفر کا مترادوت ہے۔ کیونکہ جس امر کو خداوند عالم نے ایسے راز میں رکھا کہ رسول کے رسول کے اور اس کو بھی ہیں وقت پر

اور کسی کو اس سے آکاہ نہ کیا اس کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ امین رسالت رسول نے اس سترالہی کو یوں فاش کر دیا ہو گا۔ لیں جب اونٹ بلا قیمت قیوں کرتا ہے اسی "الشک لبادہ رہے احدا" صحیح گیا تراہی راہ خدا کے پروگرام میں کسی دوسرے کو نہ القصد وارا وہ ساکھ لینا ہر تو جہا اور استغراق الالہ میں محل ہوتے کا سبب بنتا ہے۔ بالکل قرآنی آیت کے خالف اور منافقی حقیقت ہے جس سے ذاتِ رسول مبڑا ہے۔

روایتی تخلیط سے بھی بخاری صاحب کا درج کردہ یہ اونٹوں کا فرض غیر مستند ہے کہ روایت کے اس جملے "وعلفہ اعلیٰین کا نتا عنده وہاں السرۃ وھو الخیط اما بعده اشھر" یعنی حضرت ابو بکر نے ان معنوں اونٹیوں کو چار ماہ تک بکر کے پتے کھلائے "پس بخاری کے معتقد خاص اور شارح مشہور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اعتراضات کئے ہیں یہاں پر کہ "ووقتہ" کی شرح امام زہری نے کی ہے جسے امام بخاری نے حذف روایت بنایا حالانکہ پر زہری کا قول ہے تو کہ بی بی عائشہ یا عورہ کا جو کہ راوی ہیں۔ دوسرے اعتراض ابن حجریہ کرتے ہیں کہ چار مہینے مدت جو بیان کی گئی ہے صحیح نہیں کیونکہ عقبہ نامیہ اور عبتر اخضت صلم میں دو ماہ یا ایک ماہ کا فرق ہے۔ یہ چار مہینے کہاں سے اکھئے۔

ای طرح یہ اونٹوں کی سودا بازی بھی دچکی ہے خانی نہیں ہے۔ ہم نے اپر شاہ عبد الحق حضرت دہلوی کی عبارت میں درج النبؤہ سے نقل کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر کے ان دونوں اونٹوں کی اصل قیمت خرید چار سو درہ بنا اٹھ سو درہ ہے۔ اور حسنور نے صفر ایک ناقہ نو سو درہ میں خرید فرمایا۔ یعنی اگر وہ دو سو کا تھا حضرت ابو بکر نے جو کمی قیمت سے بھی زیادہ مولیا اور اگر چار سو قیمت خرید تھی تو قیمت فریخت دیگئی سے بھی زیادہ ہوئی۔ اب اگر بالغرض حال پر کچھ لیا جائے کہ اخضت نے دونوں ناقوں کو خرید فرمایا تو بھی ایک سو درہ

نیادہ ادا کیا۔ کیا کسی ہر دوست کی جست و دوستی کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ وہ وقت آرائش مساعت میں ہے میں رعایت و مرتوت کی بجائے مالی محفوظت کی سودا بازی کرے۔ خاباً ایسا حسن رفاقت اپنی نیتی نہیں رکھتا ہے۔

اُذٹینڈیں کی پر سودا بازی ہی اس روایت کی تمام لفاظی کو یہ قلم خوکروتی ہے کہ اگر رسول کریمؐ نے قصداً حضرت ابو بکرؓ کو اپنا ہم سفر بنا یا ہوتا تو یہ سودا بازی عین وقت پر سہ رکنیہ کی جاتی۔ جبکہ روایت کے اعتبار سے چار ناہ قبل یا اونٹیاں صرف اسی مقصد کے لئے حاصل کی گئیں تھیں۔ جب پر طشدہ پر و گرام تھا تو بھرپوری و قوت کے باوجود میں وقت رخصت خدید و فوخت کیے معتقد ہوئی۔ اُذٹینڈیں کا یہ سودا اثابت کرتا ہے کہ بخاری کی انسان تاشی کو حقیقت سے کوئی ترباط حاصل نہیں ہے چنانچہ امام حافظ علام الدین سیوطی صاحب امام بخاری کی تناول کا خون اس طرح کرتے

ہیں:-

”وَصَنَوْرَكَمْ أَوْرَالْوَبْكَرِتَبْنِ دَنْ بَكْ غَارِبِيْنْ حَمَبَرَسْ دَرَارَعَامِرَبَنْ فَهِرَهَ أَنْ كَسْكَلَهَ حَحَانَا لَاتَنَا۔ أَوْ عَلَى“ (اسن کھانے ملی) (اس کا بند دست کرتے رہے۔ پس علی ہونے تین اونٹ بکریں کے اونٹوں میں سے خریدے۔ ایک راہ نما کو اجستہ میں دیا جب تیری رات کا پچھے حصہ گزرا تو حضرت علیؓ اونٹ اور بکر کو سما نہ لاتے۔ ایک اونٹ پر رسول اللہ صلیم اور ایک اونٹ پر ابو بکر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (تفہیم و مہنف جلد ۲ ص ۲۷۴ مطہر و مصر)

پر وہ چاک ہوتا ہے | علام سیوطی نے بخاری کی موسوعات و مصنفوں میں پر سے پر وہ اٹھا دیا اور حقیقت بحول و قی کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم قبل از ہجرت ہی حضرت ابو بکر کے گھر تشریفیتے گئے۔ ممکن مشرورت ہوئی تھی اور اونٹوں کا کوئی سودا منقصہ ہوا۔ نبی حضرت ابو بکر کے گھر سے اُن کی دختر کے آذار نہیں سے کوئی سامان سفر باندھا گیا۔ تب کوئی رہنمہ مقرر نہیں کیا۔ اور تب ہی قصداً حضرت ابو بکر کو فیق سفر نیا گیا۔ بلکہ تمام صوریات مفرکا

انظام اُسی نفس فروش کے سپر کیا گیا جس نے رات کو اپنی جان بیچ کر مرضات خدا خریدی تھیں۔ اور جو خدا کی راہ میں رازدار تدبیر ثابت ہو چکا تھا۔ اور جس کی امانت و حمایت میں حصوں کی جان اس کے استھانات کی اصلی ترکیب اور جیسے کارار پہنچ کیا تھا۔ اور اُسی نفس نے تمام خدمات و استطامات کئے۔ اور یہ کام بسطابنی حکم پیغمبر موتا نے جیسا کہ امام طبری لکھتے ہیں کہ :-

”جب آنحضرت مسیح غار کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ ہم کو کھانا بھیجا کرنا۔ اور ایک راہنما کو اجسٹر پر مقرر کرنا جو مجھے مدینہ کی راہ پر لے جائے۔ اور ایک سواری ہمارے لئے سفری دینا۔ یہ مہایت فرمائ کاپ روانہ ہو گئے اور اللہ نے کافروں کو انہوں کو انہوں کو دریا۔

(تاریخ طبری جلد دوم ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر)

طبری کے میان نے عوادیہ پشاہی فرمان اور تعییل بخاری کی تمام کارستانی کا

بھیجی طشت اڑام کر دیا ہے۔

بخاری نے جو واقعہ سراقت کا بیان کیا ہے۔ کتب تواریخ و سیری میں اس کی حقیقت ثابتہ کرامت تک سے کسی مورخ تذییم نے حضرت ابو یکبرؓ کی گرفتاری کے بارے میں صحیح نہیں لکھا ہے۔ مگر حصوں کے ساتھ ابو یکبرؓ کی گرفتاری کا کہ مذہب مورکننا محقق حضرت ابو یکبرؓ کی اہمیت افزائی کے لئے ضروری ہوا۔ لیکن اس کہاں میں ایک بات بڑے کام کی ہے کہ ”عالم پریشانی میں کبھی سامان تحریر سا تحریر ہتھا۔“ اسی طرح عالم میں فہرہ کا ایسے انتظامی حالات میں جبکہ بہاس بھی جسم پر بچاری معلوم ہوتا ہے۔ رقم دوست ساتھ رکھنا اور امن کا مقابلہ تحریر کرنا بھی قابل غدر امر ہے۔

عامر بن فہرہ کون تھے | امام بخاری نے عامر بن فہرہ کو صرف غلاماً ابو یکبرؓ کا سارہ کیا ہے۔ لیکن قصیق سنت ثابت ہتا ہے کہ غلامی کے علاوہ بھی عامر کو حضرت ابو یکبرؓ سے خاص تعاوی تھا کہ ان کی والدہ حضرت

ابو بکر کی مرثیہ زوجیت میں آگئی تھیں اور اس بحاظ سے عالم حضرت ابو بکر کے متبوعی طیبے
قرار پا گئے تھے۔ پھر اپنے امام طبری کھتھتے ہیں کہ:-

عامر بن قمرہ اصلًا قبیلہ ازد کے آدمی تھے اور طفیل بن عبد اللہ بن سجرہ
کے بیٹے تھے ان کی کنیت ابوالحارث تھی۔ یہ حضرت عائشہ بنت ابو بکر اور عبدالرحمن
بن ابو بکر کے بھائی تھے۔ کیونکہ ان کی ماں ایک تھی۔ جب سلام ہوتے تو حضرت ابو بکر
نے ان کو خرید فرمایا۔ پھر آزاد کر دیا۔ ان کا اسلام مستحسن شمار ہوتا ہے۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۲۳۴ مطبوعہ مصر)

پس جب تم صحیح بخاری کی موقیات کو ناقداً انداز سے دیکھتے ہیں تو معلوم
ہوتا ہے کہ یہ روایت واقعہ حشر کا بیان نہیں ہے بلکہ خاندان حضرت ابو بکر کا فائز
میں قصیدہ ہے۔ حیثیت کے تمام واقعات کو نظر انداز کر کے صفت حضرت ابو بکر کے
لئے سرخاب کے پر تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تجھب ہے کہ کہکش اور دیرسہ کے
اس سعی میں اخضرت حضرت کم از کم سو اہناف پر قیام فرمایا مگر بخاری نے ان کا ذکر
تک کرنا مناسب بخال نہ کیا جو اصل مقصود سچھرا تعلق رکھتی ہیں۔ پھر علام طبری
نے اپنی تاریخ میں ابن سعد نے اپنی طبقات میں ان منازل کے زام گتوں کے ہیں
جومند رجہ ویل ہیں :-

ول خر رہی نیتہ المرہ رہی الافتت رہی مد لجہ رہی مرجع
لہی سیدا بیر رہی اذ اخر (۸) رائیہ رہی ذا سلم رہی غثائیہ
ولی ناختہ (۹) عرج (۱۰) صدادت رہی رکوبتہ (۱۱) عقیق
لہی سب شجاشہ -

الغرض ہم اب موضوعات بخاری کے تحس و خاشاک کو مزید صاف کر کے
کتاب کی صفات کو بڑھانا نہیں چاہتے اور نفس مصنفوں کو اگے بڑھاتے ہیں کہ
جناب رہنمایہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم حضرت ابو بکر کے سیرہ غاریثور میں رات
کے آخری حصہ میں داخل ہوئے۔ وہ تمام روایات جن میں اخضرتؐ کے

خوفزدہ ہونے کا بیان ہے جو اسے تزویک ناقابل اعتبار میں کیونکہ وحی الہی کے ذریعہ حضور مسیح کو حفظِ جان کا یقین دلایا جا چکا تھا۔ بہر حال آپ صرفت اب دیکھ کے ہمراہ غار میں داخل ہوئے اور اپنے رب کی رفاقت و حمایت پر پورے استعداد کے ساتھ پہنچ گئے۔ اور حضرات رسولؐ کو حضور کے ہوئے کفار میں پیغام تاب کھار ہے تھے۔ ایک دم خواب کاہ پیغمبر ریلوٹ پڑے۔ اور اپنے عزم کی تکمیل کے لئے جو ہنی بستر پر سے چادر کوہہ سیا اش رسول کی جگہ وحیی رسولؐ کو پایا۔ کھیا فی ہوکر پوچھا تھا اسے صاحبِ کھاں گئے۔ جواب ملے لا ادراریؐ کیا تم میں سپرد کر گئے تھے جو پوچھتے ہو؟ مجتمعِ ناسی کے مطابق حضرت علیؓ پر تبریزی چلائے گئے۔ اور طبری کا بیان ہے کہ یہ جواب شُن کروہ یعنی پاہوگئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو گرفتار کر لیا۔ اور خاتم کعبہ میں کچھ دیر حراست میں رکھ کر چھوڑ دیا۔ دیگر حدیث محدثین نے کئی روایات اس مقصود میں نقل کی میں مگر غاریتے اسے شجرِ حنفیہ عجم جھلہے۔ گوگر روایات میں عبارت اختلاف مرجور ہے مگر مدعایں سب متفق ہیں کہ استقلال امیر علیہ السلام اور حمال رازداری۔

سیدا ولاد سیدر فرقہ بلکرای اعلی اللہ مقامہ اپنی کتابت سرای المین فی تاریخ امیر المؤمنینؐ جلد اول میں اس استقامت و پاداری کے سلسلہ میں بڑی محمدؐ بخت کی ہے اور اب اسی سابقین اور امام ما ضین کے حالات سے ایک مرازہ ترتیب دیا ہے۔ حواری علیؓ پسروہ عسکر یونی کی خداری کی مثال اور بیپریں شکریں کی عدم استقامت کی مثالیں دے کر ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام کی جانش ری منفرد و ممیز مقام رکھتی ہے۔

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاروں غار میں مقیم رہے۔ اور حکم پیغمبر حضرت امیر علیہ السلام ان دفعوں متواتر آب و طعام نہایت راتہ اوری اور ہوشیاری سے بخاتے رہے۔ اس کے بعد ہر ایت رسولؐ کے مطابق سواری کے اونٹ

وقت مرتّة پہنچا پئے گئے اور حضور ابو جہر کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوئے۔ واقعہ حبہ
کے خاص خاص واقعات ہم غصہ احمدؑ معتبر کتب اہل سنت سے فیل میں درج
کرتے ہیں۔

ہبہ کے خاص واقعات

جب خداوند علیم نے اپنے رسولؐ کو حکم ہبہ کیا تو اس وقت حضرت علیؓ
۶۲ سال پر شہاب نوجوان تھے۔ اینا اور تکالیف قریش انتہائی حد تک پہنچ چکی تھیں
لہذا ۱۶ جولائی ۶۲ھ میں لبعثت کے تیر سویں سال کے آغاز میں یہ واقعہ پیش
کیا۔ ابوسفیان و ابو جہل و قیروانے اسکم تیار کی کہوتے میں رسولؐ پر حملہ کر کے
ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ خدا نے حبہ میں کے ذریعے اپنے رسولؐ کو یا خبر کیا۔
حالیں ارادہ مغلی کی خاطر آپؐ کے مکان کا حامیوں کے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے ایک سُنی
خاک پر سورہ لیٰں کی آیا ت پڑھ کر کفار کی بیٹھیں کی اور ان کی بینا میں مفترود
ہنگی سہلہا پچ صاف بچ کر فصل گئے جناب علی الرّقیٰ کو اپنے بستہ استراحت پر
بیسراہ پر اور لوح کر کوئے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ بے خوف و خطر سو رہے۔ کفار
مشکرین ہمیار بیجا ہے پہرے پتھر مدد رہے اور پتھر ہمیکتہ رہے۔

(روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۵۵)

خدانے فرشتوں کو سپتہ علیؓ کی حفاظت پر مولک کیا۔ اللہ نے آکامن پر
مبارک کی اور حضرت علیؓ کی جانزوو شی کی تعریف میں یہ کہتے نازل فرمائی کہ
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشَرِّي لِنَفْسِهِ ابْتِنَاهُ رِضَاتَ اللَّهِ وَلَا اللَّهُ
رَوِّدَ بِالْعِبَادِ (سورہ بقرہ پ) یعنی اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو
ایسی جان کر خدا کی رضامندی کے لئے بیچا ہے اور اللہ بنوں پر شفقت فرلنے
والا ہے۔ (صحیح البخاری رکن چہارم ص ۳۔ تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۲۸۳)

سبب رسالت مخدا کے بحثت فرمائی تھی حضرت امیر دیاس رسول میں ملبوس بستر
نبوت پر صرف نے حضرت ابو بکر آئے اور ان کو بنی اللہ مجھ کراؤ ازدی۔

(ذکر خواص الاممہ ص ۱۱، تاریخ جیب السیر جزو سوم جلد ۱ ص ۲۲
روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۵، تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۲۹۔ احیاء العلوم،

روضۃ الاحباب، کفایۃ الطالب وغیرہ)

علی ابیع کفار تلواریں کھینچ کر گھر میں بھوس آئے جب امیر بستر سے
اٹھنے لئے مشرکین نے پرچھا محمدؐ کہاں میں حضرت علیؑ نے فرمایا خدا بہتر جانتا ہے
جہاں میں خدا کی پناہ میں ہیں لکھاں ہے۔ رشمند ہو کر حضرت علیؑ کو
گھر منتار کر لیا اور بعد میں ابوالہب کے اشارہ پر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ (معارج النبوة
رکن چہارم ص ۲۷، مطالب الدلیل ص ۲۳، روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۵)

قریش نے جناب علیؑ کو مارا، بڑا مجاہد کہا اور کعبہ میں لاکر محبوس کیا، بعد
میں چھوڑ دیا۔ (تاریخ الخمیس جلد اول ص ۲۱۵، روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۵۵)

سوانح عمری تفسیر اعظم ص ۲۰۳، تاریخ طبری، ارجح المطالب وغیرہ
سباب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس شیب بحثت
پر چند اشارات صنیع مرلمتے جن کو علماء را مل سنبھلئے

استعارة تضوی

یوں نقل کیا ہے۔

وقیت بنفسی تغیر من وطنی الحصار
رسول اللہ خات ان یعکرو بہ
فبات رسول اللہ فی الغار ا امنا
اقام ثلاثة دامت ثلاثة
وبیت امراعیهم ما ثبتت منی
الرود بیت نصر الالہ بتبتلا
معارج النبوة رکن چہارم ص ۲۷، تفسیر علی، ارجح المطالب، مدارج النبوة

ومن طاف بالبیت الحیتی وبالبیت
فتحاہ ذوالطول الاله من المکر
موقی اونی حفظ الاله وفی ستر
ثلاثیں نصرین الحصی بیر ما تغز
فقد وطنت لقیتی علی القتل واللیس
واحترفه او سدی قبر

جلد علاضت ۸ مصحابہ الرفیعہ، روشنۃ الاجاب، تاریخ الحنفی، مہاتب المیار، مہمن وغیرہ
 ترجمہ:- میں نے اپنی جان کے عومن میں اس عالمی منزیل شخض کو پہنچا جو پاؤں سے پھرلوں پاکنکروں کے روشنے والے اور خدا کے پرانے گھر اور اس جگہ کے طواف کرنے والوں اور جمrasود کے بوسہ دینے والوں سے افضل ہے خدا کے رسول کو اندازیہ مو اک دشمن ان کو نقصان پہنچا پیش گے۔ پس خدا نے جو ہر اندیختہ والا اور صاحب فضل و روزگار ہے۔ اپنے سعیہ کو ان کے شر میں چالایا۔ پس اللہ کے رسول نے خاریں امن و سلامتی سے رات کاٹی۔ دشمن سے بچانے والے خدا کی خانات اور جماب قدرت میں تین دن و ہل خاریں مقيم رہے۔ پھرنا قول کو بھاریں دی گئیں۔

جو ایسے تیز فقار تھے کہ سڑست سپھر اور کنکریوں کو روشنے چلے جاتے تھے۔ اور میں نے دشمنوں کے حملے سے انتصار میں رات کاٹی اور جبھے گھانل بھی نہ کر سکے اور نہ قیدی رکھ کے کیونکہ بے شک میں قتل و قید سے ڈرنے والا نہ تھا کہ یہ میری جلتی عادت ہے۔ میں نے ہر حییز سے قطع نظر کر کے عین خدا کے دین کی امن اور علومنی بیت سے کی ہے۔ اور اسندہ بھی یہی ٹھہان لیا ہے کہ جب تک قبر میں نیکی کے لامکر رہ لیٹوں اس عزم پر صائم رہوں۔^۴

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو غارِ ثور کی طرف نکلے تو حضرت ابو بکرؓ بھی میتاب علیؓ سے آپؓ کا پستہ معلوم کر کے تھا قب میں نہیں۔ جب تک حضورؓ فار کے قریب پہنچ گئے تو اسٹ سُنی اندازیہ ہوا کہ کہیں کوئی دشمن پکڑنے والا نہ ہو۔ جب ابو بکرؓ کھنکھرہ کو حفظ کرتے پہچان لیا۔ وہ کے اور دونوں مل کر آگے رواز ہوئے۔ ملاحظہ کریں۔

(خلافۃ ابن حرمہ یہ تفسیر در منثور جلد ۳ ص ۲۷ تاریخ طبری

جلد ۲ ص ۱۲۴۲)

قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔
 ”ثُلَّ فِي أَنْتِينِ أَذْهَانِ الْغَارِ۔ أَذْلِيَّوْلِ الصَّاحِبِيِّ لَا

لہ سخن ان اللہ معا - نا نزل اللہ سکیتہ علیہ ایدہ بجنود لہ
نزوحا -

یعنی اگئی اللہ نے اپنے رسول کی مدد اس وقت بھی کی جب کافروں نے
اس کو ایسا بے صرہ سامان گھر سے نکالا باہر کیا کہ صفتِ دوادی اور دو میں
دوسرے رسول اس وقت غار میں اپنے ساتھی کو قتل کر رہے تھے کہ پھر بیخ
ذکر و ڈر وحیت اللہ بخاری سے ساختہ ہے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اپنی
ٹفت رے تسلی ناذل کی اور ان کی فرشتوں کی الی فوج سے مدد کی جس
کو تم لوگ نہ دیکھ سکے۔

کفار و حشر کوں بکر نے حضورؐ کی تلاش شروع کر دی۔ تمام اطراف میں
لوگوں کو دوادیا جیگل اپہار، اریگستان، ڈھونڈ رہا ہے۔ آخر کار جیبل توہیبر
چڑھتا ہے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے اُن کے پاؤں کی آہٹ سنی تو
ڈر گئے۔ آنسی ہلانے لگے حضورؓ نے فرمایا "لا تخزن ان اللہ معا"

مہت خوفزدہ ہوا اللہ ہمارے ساتھ ہے لیکن جب کفار نے قدرت کا
یہ بندوبست دیکھا کہ غار کے مہت پر مکٹری نے جالا تنا ہوا ہے کبھری
نے انٹے دیئے میں۔ اور درخت خاردار پیدا ہو چکا ہے تو کہنے
لگے اس غار میں اگر کوئی چھپا ہوتا توہیہ جالا ٹوٹ جاتا۔ انٹے
محفوظ نہ ہوتے۔ مایوس ہو کر والیں لوتے۔ (ملاحظ کریں یہ مارچ النبوة
لکن چہارم ص ۶، روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۵، اناریخ الحنیف جلد ۱
ص ۲۲۶، روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۹۸، تفسیر بکری جلد ۱ ص ۲۲۳، مشاہد
النبوة، مارچ النبوة۔ وغیرہ وغیرہ)

جب کفار قریش کے پاؤں کی آواز حضرت ابو بکر کے کانوں

میں پڑی تو انہیں سخت گھبراہی ہوئی۔ عالم خوف میں بولے ہم ہیں
 صرف دوآدمی ہیں۔ ہماری سہتی ہی کیا ہے۔ اب ہم ان کے ہاتھوں
 بچ نہیں سکتے۔ ہمیں توارکے گھنات اٹاڑ دیا جائے گا۔ پس رسول
 میمین نے ارشاد فرمایا۔ ہم دو نہیں تین ہیں اور وہ تیرا بہت زبردست ہے۔
 آنحضرت کو اپنے قوکا و عزیز خدا پر کامل بھروسہ اور اپنی صداقت پر پورا اعتماد
 کرنا۔ لہذا اپنے رفیق کی تسلی و تشقی فرمائی۔ ثبوت کے لئے دیکھئے سوانح عمری
 پیغمبر ﷺ اعظم ص ۱۲۳۔

حضرت ابو بکر مشرکین تھا قب کرنے والوں کی اور از سے اتنے
 مصطفیٰ بھوئے کہ سخن مختر کا نہیں لگا اور نہیں لگئے کہ ہمارے تھا قب کرنے
 والے بہت زیادہ ہیں اور ہم صرف دو ہی ہیں۔ بہادر و صابر رسول ﷺ
 نے فرمایا۔ ڈر تے کیوں ہو اللہ تعالیٰ ساختہ ہے۔

(ما خود تاریخ الاسلام جلد ۱ ص ۱۰۸ علام عبادی جواہری غافل)

جب حضرت ابو بکر نے کفار کو دیکھا کہ خار کے نزدیک آگئے
 ہیں تو رسول اللہ کے خوف کے لئے روپڑے یعنی ابو بکر کے آنسو
 گر پڑے یہیں آنحضرت نے فرمایا تو نہ ڈر تھیق اللہ تعالیٰ ہمارے
 ساختہ ہے۔ لپیں ابو بکر نے کھا کیا اللہ تعالیٰ ساختہ ہے؟ جناب
 رسول ﷺ فدا نے فرمایا ہاں۔ لپیں ابو بکر اپنے خداوں کے آنسو صاف
 کرتے تھے۔ (تفہیم کیر جلد ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ مصر)

جب رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی، تو
 حضور ﷺ نے فرمایا۔

”اے ابو بکر کیا تو نہیں خیال کرتا کہ ہم دونہیں ہیں بلکہ تنیرا
ہمارے ساتھ اللہ ہے۔“ (مسند احمد بن حبیل جزو اول ص ۲ مطبوعہ مصر)

سانپ کا دسنا | حضرت ابو بکر کی یہ پست ہمتی اور کوتاہ حوصلگی
جب ان کے ملا جوں کو زور ہتھیفیض ہیں دکھانی

دیتی ہے تو پھر اپنے مدد و رح کی شان افزائی کی تراکیب و شیع کرتے ہیں۔ چنانچہ
مشہور کیا گیا کہ حضرت ابو بکر خوف کے باعث گریز رازی نے فرماتے تھے بلکہ
اصل میں غار میں سے ایک سانپ نکل آیا تھا جس نے آپ کو ڈس لیا اور
اس شرست تسلیعت کے باعث آپ گریز کنایا ہوئے۔ اس افسانے کی تاریخ ضرور یہ
ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر بیٹے غار میں داخل ہوتے۔ اس کی صفائی
کی غار کے کٹھوں اور سوراخوں کو پور کیا۔ دوسرا خبر ہے آزار بند
پھاڑا دلوں سوراخوں میں اپنے پاؤں ڈال دیتے۔ ان سوراخوں میں سے
ایک میں سے سانپ نے ایک پیر پر ڈنگ مار دیا۔ اس تسلیعت میں آنسو
چاری ہے اور رسول اللہ پر چلکے حضور مسیح اور ہر ہے۔ احوال دریافت
کئے۔ اپنا عباب دہن سکا میرا۔ اچھے ہوئے۔

(مشکواہ شریعت ص ۵۵ مطبوعہ عقیباً اولی)

سے ہار گز بیکا کا قصہ روائی اور درایتی دونوں اعتیارات سے ناقابل
اعتبار ہے۔ کیونکہ ہجتہ امر الہی سے ہو رہی تھی۔ خدا نے حفاظت کا ذریعہ لیا
شفا۔ چنانچہ قلیل مدت میں مکڑی کا غار کے دہانے پر جلا بیننا۔ کبوتر ہی کا
انٹے دینا اور خاردار درخت کا اگنا اس بات کے شواہد ہیں کہ خدا حفاظت
کے تمام بند و بست خود کر رہا ہے۔ لہذا ادیاں سے سانپ کا سوراخ ہونا اور
اس کا ڈم لینا وعدہ خداوندی کے خلاف ہے۔ جو کہ امر عجائی ہے۔ غار ثور
اس قدر صاف شفافت ہے کہ اسی میں سوراخ نہیں ہے۔

گذشتہ حوالہ جات کی عبارات میں سوائے دشمنوں کے خوف کے اور کوئی دوسری وہی نہیں ملتی ہے۔ اور حضور کا خدا کو تیر اساتھی بتانا اس بات کا قریبی ثبوت ہے حضرت ابو بکر کو اپنی قلت و مکر زدہ کی وجہ سے گرفتاری یا باطل کا خوف تھا۔

صحابہ رضیہ میں کوئی ایسی صحیح روایت موجود نہیں ہے جو حضرت ابو بکر سے سروی ہو کر مجھے غاریں سائب نے کاٹ لیا تھا۔ خود علماء اہل سنت نے اس قضیہ پر اعلیٰ عبارت نہیں کیا۔ بلکہ رونے کی وجہ و باعث پر علماء میں اختلاف ہے۔ بعض مجھے ہیں خوف حان سے گری فرمایا۔ کوئی اپناتھا ہے سائب نے کاٹ کھایا۔ بعض مجھے ہیں کہ خطرہ مال تھا۔ عرض جتنے منہر اتنی بائیش۔

یہ روایت غیر مصدق اور درج اور مقطوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے علماء نے اس کو تحریر کرنا پسند نہیں کیا ہے۔ اگر یہ روایت قابل توجہ ہو تو علماء میں اپنا سیرت میں ضرور اس کا تذکرہ کرتے۔ پس حضرت ابو بکر کارون سائب کے ڈنے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اُن کو خطرہ حان و مال گھس سہولتے تھا۔ بعض کو جان سے مال زیادہ عزیز سوتا ہے کہ بندے کو بیٹھ کر روتے ہیں اور دولت کو بھر کر۔ شاید اسی لئے حضرت ابو بکر فارس کے زدیک اُنگھے اور کھڑے ہو کر رونا تقریب کیا۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں تحریر کیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ:

حضرت ام المسلمين بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر کے پاس گھر میں نقدر پانچ ہزار ریم تھے۔ چلی دن منہ سب اُنھا کرے گئے۔ ابو قحاشہ مسیہ دادا نے کہا ابو بکر نے تم کو سختی و تنگی میں چھوڑ دیا۔ اور تمہارے واسطے پچھے تھجھوڑ گیا۔ میں نے کھا دادا جان وہ ہمارے واسطے یہ بہت پچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جہاں ابو بکر روپسیر رکھتے تھے وہاں میں نے پچھر کے ٹکڑے لا کر رکھ

دیئے اور ان کو کپڑے سے ڈھانک دیا۔ میں نے کہا یہ مالہ بمارے
واسطے چھوڑ گئے ہیں۔ ابو حافص نے کہا ہم نہ کھاؤ۔ یہ تمہارے نے کافی ہے۔
(روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۷)

اس روایت اہل سنت کے مطابق یہی خیال قریب ترین قیاس ہے کہ حضرت

ابو بکر اپنے مال و جان کو خطرہ میں دیکھ کر مضر بہرے نہ تھے۔
ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ حسب روایت رسولؐ جتنے دن رسولؐ
فارغ میں قیام ہے طعام و خوار اک کام بند و بست حضرت علیؐ کرتے رہے اور علامہ
سیوطی کی روایت کے مطابق عابر بن نبیرہ کھانا لانامہ اور جناب امیر
تمیل حکم رسولؐ میں بھریں کے تین اونٹ خردی فرمائے اور وقت مقرر پر
پہنچا دیئے۔ عبد اللہ بن اریقط ایک مختصر ہمیز بھی حضرت علیؐ ہی کی معرفت
آجستہر پر مقرر ہوا جیسا کہ مسعودی نے مروجۃ الدہب میں، حسین دیا بکری
نے تاریخ الحنیفی میں لکھا ہے۔

لیں اندریں صورت اصل حقیقت یہی ساختے آتی ہے کہ حضرت ابو بکر
پروگرام ہجت سے لا علام تھے۔ اور انہوں نے حضرت علیؐ سے کہا کہ دریافت کیا
تو پھر حضورؐ کے تھابت میں گئے۔ لیں حضرت ابو بکر کے حضورؐ سے طعام کا غار
ثور جانا، سامان تیار ہونا، اونٹیوں کا حصہ وغیرہ وغیرہ تمام کا تمام یا
لوگوں کی مل گھر ہت کھانا بیان ہیں۔ تاکہ فضائل مرتفعوی کے مقابلے میں
حضرت ابو بکر کے مناقب پڑھائے جاسکیں۔ حاجی حکیم ظاہر نور حسین صاحب
صابر جھنگ سیالوی (سابق سعی حنفی) جعفری کریمی اشنا عشری
اعلیٰ اللہ مقامہ نے اپنی کتاب "بیوی خلافت" میں واقعات ہجت پر مبنی
کے لئے نکات عجیبیہ بیان کئے ہیں۔ میں ان براہمیں صابر پر کو نقل کر کے کی حکایت
حاصل کرتا ہوں۔

بہر اہلِن صاہر سے

۱۔ اس واقعہ شبِ چتر سے جناب امیر المؤمنین علی المرتضیؑ کی حکایت شجاعتِ اجان شاری، ایشانی فسی حقیقی قربانی اور حلاحت بلا فصل ثابت ہوتی ہے۔ کہ دشمنوں کی تلواروں، نیزوں اور سچروں کے سایہ کے پیچے رات بسر کی۔ مگر رضاۓ الہی میں اُفت تک نہ کی۔ بلا خوف و خطر بیتِ نہرست پر دیش رہے مخصوص بیؑ کے بیتِ مبارک پر مخصوص وحی و جانشین ہی سو رکتا ہے۔

حقدار بھی ہے خویشِ رسولؐ بین بھی ہے
سو بار فرش پر وہی مسندِ زشیں بھی ہے

۲۔ جناب امیر علیہ السلامؑ کی چتر کے سبب فاعلی میں۔ اگر وہ جنابؑ بیتِ رہالت پر نہ سوتے تو چتر بھی نہ ہوتی۔ ایرتام مہاجرین صحابہؑ پر جناب امیر علیہ السلام کا حادثہ ہے۔

۳۔ شبِ چتر میں بلا کھلکھلے بیتِ رسولؐ پر سونا اور اپنی جان کو فدا کر کے فدا دندر کیم کے سپرد کرنا یہ سب سے پہلا موقعہ ہے کہ جو عده و جماب علی المرتضیؑ نے دعوتِ قریش میں فرمایا تھا اس کو پورا کر دھملایا۔

۴۔ جناب امیر حضرت علیؑ کے مشہور حواری "سینٹ پیٹریز" (لیٹریس) سے پور جہا افضل ثابت ہوئے کہ جس نے جنابؑ میچ کو خلافِ شانِ لغظوں سے یاد کیا اور سیر و ہونے سے انکار کیا اور اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔ یہود و اہل سنت کی درجے بہتر تھے کہ جس نے جنابؑ میچ کو تین دن میکر پکڑ دا دیا۔ مگر جنابؑ سیدنا و مولانا علی المرتضیؑ نے اپنی فوجان عمر میں مسلطِ اشیعات۔ وفاداری و غم گاری کا بیتِ ثبوت دییا۔ کفار و مشترکین کے ڈرائی نے وہ حملہ کرنے پر راز بھوکی کو افشا نہ کیا۔ تمام فیضان پر

ثابت کرو کھایا کر حقیقی غم خار و جہاں شمار ایسے ہوا کرتے ہیں۔ جناب،
مرجع کے حواری شمعون پطرس اور جناب امیر کی وفا و اسری کا مقابہ کرو۔
(الف) یوحنائی انجیل باب ۱۸ آیت ۲۵ پر ہے۔ شمعون پطرس کھڑا تاپ رہا
ختاں پس انہوں نے اس سے کہا۔ کیا تو ہی اس کے شاگردوں میں سے
ہے۔ اس نے کہا میں نہیں ہوں جس شخص کا پیغام میں تے کان آڑا دیا
ختاں اس کے ایک رشتہ دار نے جو سردار کا ہن کا نزک رکھا کہا کیا میں
نے تجھے اس کے ساتھ بارغ میں نہیں دیکھا۔ پطرس نے پھر زکار کیا۔
او رفوراً هر رغبے بانگ دیا۔ (متی ۱۷:۲۵ لوقا ۱۷:۲۲)

(ج) حواری یہوداہ اسکریپٹی کا جناب میچ کو پکڑ دانا۔ دیکھو یوحنائی
انجیل باب ۱۸ ”یسوع یہ باتیں کہہ کر اپنے شاگردوں کے ساتھ فرزون
کی کامی کے پار گیا۔ وہاں ایک بارخ تھا۔ اس میں وہ اس کے شاگرد
داخل ہوئے۔ اور اس کا پکڑ دانے والا یہوداہ بھی اس عکھ کو جانتا
تھا۔ کیونکہ یسوع اکثر اپنے شاگردوں کے ساتھ وہاں جیا کرتا تھا۔
پس یہوداہ سپا ہیوں کی پیش اور سردار کا ہنوں فری یسوس سے
پیارے مشکلوں اور چراخوں اور ہمچیاروں کے ساتھ وہاں آیا۔

(متی ۱۷:۲۶، لوقا ۱۷:۲۶ و مارک ۱۴:۲۶)

۵۔ جس قدر تناول، تسلیم اور رضا سے جناب امیر نے یہ مرت کا منذر
دیکھا جو جناب امیر کے عالم و حالم مقدس موصم عجربت عالی و رسول یہوداہ
علیہ الصدراہ والسلام کے لئے تجویر کی گئی تھی۔ یہ وصف سوائے ذات
بامکانات و ملکاں نات علیہ السلام کے کسی دوسرے اصحاب راوی میں
نہیں پایا گیا ہے۔

۶۔ جناب امیر کا قتل سب جانے کے لئے بے خوف بلا عذر بلا جھگج سوہنہ
اور ان کی بلند خانی کی گرفت متندا کہ صدر مہار تھیل سے ہمیں بالاتر ہے۔

جسے خاموش سنئے اور لطف اٹھائے۔ (الکساندرا)

۷۔ گواہ خضرت کر معلوم تھا کہ جناب علیؑ کا باب بیکا نہ ہو گا لیکن پھر بھی حضرت علیؑ کی بہت دلچسپی چاہیے کہ انہوں نے کس جو امر وی سے مدد مل ہلاکت میں اپنی جان ڈالنی منتظر کر لی۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ انہوں نے بھر و عدہ پیغمبر مسیح اصلیم کی مدد کے لئے کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔

(تاریخ الاسلام عباسی ص ۸۱)

۸۔ جناب امیر کا بستیر بیوت پر رضاۓ الہی میں سونا اسلام اور بانی اسلام کی ہر حالت میں صداقت و سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر جناب امیر نہ ہوتے تو ہبہ بھی نہ ہوتی اور کسی کو باقی صحابہ میں سے کوئی ایسا مرد لا اور نہ تھا اور نہ کسی کو سرور عالم صلیم سے زیادہ تقرب حاصل تھا کہ کسی کا خون لا ہوا تھا۔ اگر کوئی اور صاحب سوتے تو پر وہ ناشہ ہو جاتا۔ یادیا تو وہ ڈر کے مارے خود ادھ موارہ سیانیا یا کفار و مشرکین کو جھٹ فٹان و پتہ رسیں معمول کا بنا دیتا۔ دیگر کفار کی متعظر کو ملعنة کا معمول جاتا کہ وہ کیا نہیں درسل تھا خود تو خویش و اقارب کو لے کر بھتر کر گئے۔ اور باقی اصحاب کو جو رشتہ دار رکھنے کی خطرے میں ڈال گئے۔ اگر نبی برحق ہوتا تو اپنے کسی رشتہ دار قریبی کو مولا جاتا۔ پس ٹھعن کو دوڑ کرنے اور اپنی نبوت کی صداقت اور اپنے ابن عم کو وصی و خلیفۃ اللہ بنی اسرائیل کے لئے بستیر بیوت پر سلا گئے کہ جس سے بیوت درسالت کی تصدیق کر گئے۔ کہ اسٹرے اور مشکل وقت صیبیت میں اپنے عزیز اور حقیقی جان شمار، و فادار مون کامل بی کام آیا کرتے ہیں۔ جناب امیر کی حقیقی قریبی نے جناب سید الابرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب یا ر نما حضرت ابو یکب کو بیچا۔ اور دین اسلام کی بنیاد قائم کر دی۔

۹۔ بائیس سال کی عمر میں کفار و مشرکین کے نزد میں محسوس ہو کر جناب

سید المرسلینؐ پر جان قربان کرنا اور اس اور ائمہ میں بغیر مومن و مددگار مقابلہ کفار کو تیار ہے ناہر جناب امیر المؤمنین کے ایمان کی کمالیت اور فاطتہ رامامت اور خلافت بلا فصل کا بین ثبوت ہے کہ سب سے مشکل وقت جان فدا کرنا امر عظیم کو حسین پر وہ مامور نہ کیا گئے تھے بلکہ خوف و خطر اخافم دینا سب سے زیادہ جان شانہ بہادر و وفا دار ہی کا کام ہے۔ اس کی شہادت و مثال آج تک کوئی نہ پیش کر سکا۔

۱۰۔ جناب مولانا علی الرضا کے قتل ہو جانے کے لئے ستر بیویت پر خوشی خوشی یہاں ہے گوان کا قتل واقع نہ ہوا لیکن زندگ میں رتبہ شہادت فنا فی الرسولؐ کا حاصل کر لینا ہے۔ کیونکہ اقتداء کسی فعل کا ارتکاب بزرگ ہے۔

۱۱۔ ایک درجہ شہادت کا ترکیب ہے کہ جو مسلمان جنگ اعلاء مکہتہ اللہ کی خاطر قتل ہو جائے میں اس سے بھی بالا تر درجہ شہادت فضیلت بخوبی والابیہ جو کوئی عومن جان بائیے اسلام کے بیت حقیقی اپنا قتل ہو جانا بخوبی گزارہ کرے۔ گوئی واقعہ ہے ایسا درجہ اور اسی درجہ شہادت کے لئے کوئی پاک زندگ میں ہی جناب امیر شافعی حاصل کیا ہے جس کی وجہ سے کوئی "ذو الشہادتین" ہے۔

۱۲۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی جان پر کھیل کر بظفیر میخی صلح جناب العبر کی بھی جان بچا کر لان پر احسان فرمایا تھا جسے انہیں پھر نہ بھروسنا چل بیٹھا۔

۱۳۔ بیسا اطہیناں قلب برو برو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند ابزد منان نے عطا فرمایا تھا ایسا ہی جناب شاہ مردان علیہ السلام کو قلب میظہ حاصل تھا۔ اسی لئے وہ شبِ جبرت میں نہ فریے۔

۱۴۔ باسیں سالہ جران مکہ شریف کے کچے مکان کے اندر کفار و دشمنوں کے

نر غے میں بلا خوف و خطر اطاعت اللہ و اطاعت رسول اللہ میں اکیل سرتا ہے اور غار ثور میں چال میں (چال میں) سالہ بزرگ اور پنچ پہاڑ کی چوٹی پر سنگین قلعہ کے اندر پناہ و شرکت صلم کے باوجود روتا ہے۔ فرضیہ ان دونوں میں افضل و شجاع پہاڑ کون ہرتا ہے۔؟

۱۵۔ پر نک حضرت ابو بکر صاحب پالیس سال تک بہت پرستی کرتے رہے اور جاہلیت کے تمام افعال میں مستغرق رہے۔ کفار و مشرکین کے گھر تکوں میں پروردش پائی اور چالیس سال بعد اسلام نے ان کے کفر و مشرک کو دعوہ کر دیا تھا۔ مگر ابھی نوسلم ہوتے کے باعث اہل اتوحید و انصار بنتوت کا حقہ، اس نے بھوئی تھی اس لئے ابھی ان کو قلب سلیم حاصل نہیں ہوا تھا۔ کہ یا وحود صاحب جناب رسالت مآٹی و حقائق حق تعالیٰ کے وہ گورنے لگ گئے اور فرنٹ نے لگ کیا اللہ ہمارے ساتھ ہے؟ گویا اب تک یا پر غار کو اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے اور اس کی معیت کی خست تک بھی نہ تھی۔ ذرت جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

اے اللہ کے رسول کافروں نے ہم کو ایسا جس پر "لا تختزن ان اللہ رہنا" کافر مان جا رہی ہوتا ہے۔ ادھر مک معنطی میں قریشی الہبی نو میلہ تن تھا اکیلا موت کے چنگل میں ہے۔ اف تک نہیں کرتا اور بڑی خوشی و ممتازت و دریبی سے کفار کو جواب دیتا ہے۔ جس پر وین الناس من لیشی نفسہ ابتعاد کا تمذہ عطا ہوتا ہے فرمیتے فر عفان، ترکیتیں ایاں کامل و قلب سلیم کس کو زیادہ حاصل سکتا۔ اور حقیقی خلیفہ و ولیعہد و وفادار یا عالم گسار کون ہے؟ گورنے والا انسان پہاڑ اور سلیم الطیب انسان سے افضل نہیں ہو سکتا۔

۱۶۔ نو اصحاب مختار حضرا میں حضرت ابو بکر کو معیت غار ثور میں افضل انسان بعد النبی شما کرتے ہیں۔ حالانکہ لا تختزن کے فرمان (خطی)

سرور در جہاں گئے جناب ابو یکبر کی بیانی، ادلبی، اجرات، محصلہ و صراتت اور رفاقت پر کافی روشنی ڈال رہی ہے۔ افضلیت اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ جب کسی روسی سے مقابل سے بڑھ کر کام کیا جاتے فرمائے جناب ابو یکبر صاحب نے غار ثور میں فضیلت نما کوں سا کام کیا۔ یا امور چہ سنبھال رہے یا تلوار کے کسیدہ سپر ہوئے یا سرور دنیا مسلم کو قستی دی یا کہ اٹا نامی چاکر روتا شروع کر دیا۔ اگر غار کو معلوم ہو جاتا تو گز نہ سر جاتے۔ وہ تو خود اپنی سماں بجائے کی فکر میں لگے رہے۔ اٹا سرور دنیا مسلم کو پہلانا پڑا۔

۷۔ ان اللہ متعنا سے افضلیت ثابت نہیں ہو سکتی تکیوں کہ خداوند کریم ہر کب کا حافظہ حقیقی ہے۔ قرآن شریعت میں لفظ انا، مجھ کا صیغہ اکثر تعلیم و عزت کے لئے آیا ہے۔ سخن منزلنا، انا منزلنا، سخن اقرب الیہ من حصل الورید میں ہر کب قرآن مسلم کو صدیت خداوندی حاصل ہے اور معنای جمع متكلم کی ضمیر سرور دنیا مسلم کی طرف راجح ہے جس سے مرا و گروہ انبیاء مرسیین ~~بے~~ جیسے السلام علیہنا وعلی عباد اللہ الصالحین تشهدہ میں ہے علینا سے مرا انبیاء مرسیین ہے۔ پس حضرت اور مسلم نے فرمایا کہ اے ابو یکبر آپ ڈر نہ کھائیں ہم سفیروں کا خدا فنا نہ ناصر ہوتا ہے اور حفاظت رسالت کے واسطے فرشتے موجود رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسکنیہ یعنی تسلی مامیان ان قلب بھی سرور دنیا مسلم پہاڑی فرمائی تھی۔

(نوت)۔۔۔ ارشاد خداوندی ہے کہ ہایکوں من بخوبی تلہٹہ

ذالک الا ہو ہدھم۔ یعنی راہ گیروں میں سے نہیں میں تین آدمی گیر کر چڑھا اللہ تعالیٰ ہے اور نہیں پانچ آدمی گیر یہ کہ خدا ان کا چھٹا ہے مزکر میں اس سے نزدیکی ہیں، ان سے بگر خدا نے

تعالیٰ ان کے ہمراہ ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ تمام کافروں شرکوں
منافقوں موسویٰ مسلمانوں کے ساتھ خدا ہے۔ پھر حضرت ابو یکبر کو
اس "مع" سے کیا خاص فضیلت حاصل ہے؟ (مشتاق)

۱۸۔ **غارثور** | پہاڑ میں (توہی) کے اوپر واقع ہے جو مدینہ منورہ سے

ڈھانی میل کے نامہ پر واقع ہے۔ یہ بندہ صابر
مولف کتاب بندہ (شیرتِ خلافت) اس تاریخی مہام کی زیارت سے مشرف ہے۔
چکا ہے۔ ایک میل کے قریب پہاڑ کی چڑھائی ہے۔ سلطنتِ ترکی نے استراحت
دیا ہے کہ باسانی چڑھائی میں پہاڑ کی چوٹی پیاسیک گول پلند تھر پیا
ہوا ہے جس کے اندر کھو گھلا سارا قام ہے۔ گورن ایک گنبد ہے۔ ایک طرف کو
سوراخ ہے جس کے راستے سو رو گلہ اسی عکس داخل ہوئے تھے۔ مگر سلطنتِ ترکی
نے اس کے درمی طرف سے بھی راستہ نکال دیا ہے۔ اندر بالکل صاف و
شفاف ہے۔ کوئی سوراخ نہیں دادا میں بخوبی اس میں بیٹھ سکتے ہیں۔ سادر
پہاڑوں کے دامن میں چوپی سرگنیں ہوتی ہیں، گارثور اس کی سرگنیں
مشکواہ مژیع مطبوخہ جب تکی میل ص ۵ پر کھا ہے کہ حضرت ابو یکبر پہلے
خدا میں کئے۔ سوراخ بندہ کے کار بندہ بجا ڈرا اور دو سوراخوں میں بیٹھ پاکیں۔ خدا
دیکھ جب ساپنے کا ٹاٹو انسو بھائی جس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہا۔
اور لحاب دہن لگایا کہ وہ چھے سو گئے۔ اس کو ناصی کہتے ہیں کہ حضرت ابو یکبر
نے جہاں تک کی۔ حالانکہ ساپنے سے نرڈ سے مگر کھا رکو دیکھو کر فرور گئے ہے
لیں کن کہ حدیث غارثور میں اسی کے نزدیکی میں ایام مارگزیرہ کھا برم
امام من آنسست کہ فرمائش بڑوہ مارٹ من ایام مارگزیرہ کھا برم
جناب ابو یکبر کو تو غارثور میں ساپنے کاٹ کھایا جس پر ورنے لگے
گستناب امیر عدیہ السلام کا حکم ایک اثر دہانے مانا تباہی اے افضل کوں ہے؟

مُعْزَزَةُ اُولَى صاحب شرائط النبرة والسعدين ابراہیم ریڈی سعینی کتاب اربعین میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب علی المرتفعی کو فرمیں مصروف و عنظت تھے کہ نما جاہ ایک مشروع علی سوہل دیکھا کہ ایک اثر دھا چلا اور ہے۔ لوگ خوفناک ہوئے۔ لیکن جناب علی المرتفعی نے فرمایا کوئی شرف نہ کرے اور اس کو راستہ دے دے۔ اس کو مجھ سے کام سے چھاپنے وہ اثر دھا جناب علی المرتفعی اُکے قریب بالائے نہیں پہنچا۔ اور اپنا پھنگ گوش مبارک پر لکھا دیا۔ پھر جناب امیرت بچھے کلمات اس کے پھنگ کے قریب فرمائے۔ وہ فشن کروالیں چل دیا۔ دریافت پر حاضرین سے جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ میں ہیں طرح تھا را امام ہوں اسی طرح میری امامت کی معتقد تمام علائق خلیل ہے۔ یہ فلان شاہ جن کا بیٹا ہے۔ اس کے باپ نے آج قضا کی۔ اور یہ اس کا جائزین ہوا ہے۔ مجھ سے بعض امور اسلامی سلطنت کے متعلق بعض حکم چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کو حکم دیا گیا۔ کوئی میں جو ایک دروازہ باب شعبان میٹھو رہے اس کی وجہ تسمیت یہی ہے کہ اسی راستے سے اثر دھا آیا تھا۔ اس فرماتے ہیں یہ مُعْزَزَہ دور دور سکتے ہیں۔

مُعْزَزَةُ دُومَ حضرت ابو بکر کو تو سائب (مار) نے غار میں کاٹ کھایا اور آپ کی رفاقت و صداقت کی پروادہ رکی مگر بیہاں سائب و اثر دھا اُل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آله و سلم حسین الشریفین علیہما السلام کی حفاظت کرتے تھے۔ سنو احضرت سلامان فارسی سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم جناب رسول خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ام امین نے اگر عرض کی یا رسول اللہ صلیم بہت دن آگیا ہے جسین ارشیفین کوہیں کم ہو گئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا میں سیکر چوں کوتلاش کرو۔ ہر ایک نے اپنے ناسک سیدھہ پکڑ لی۔ میں آنحضرت کے سیکر گیا۔ ہم نے ایک پہاڑ کے پیچے جسین ارشیفین کو ایک دوسرے سے بیٹھے ہوئے سوتا پایا۔ اور ایک سائب کو ان پر سایہ کئے ہوئے

دیکھا جس کے ہندسے آگ کے شید نہیں رہے تھے۔ حضرت صلیم اس کی طرف دو طے اور وہ حضرتؐ کی طرف دوڑا۔ اخضارت سے کچھ بائیں کرنے لگا۔ پھر وہ کوٹ کر ایک سوراخ میں کھس گیا۔ اخضارت نے بڑھ کر ان کو جدا کیا اور ان کے چہرے کے عبار کو یوں تھا اور فرمایا۔ میرزاں باپ تم پر فدا ہوں۔ تم خدا کے بیٹے پیدا رہے ہو۔ پھر اخضارت نے ایک کو کانہ سے پر دہرے کا نسخہ پر اٹھایا۔ میں نے کہا اے صاحبزادو۔ تمہیں میاں ک ہو۔ تمہاری سواری کیا ایجھی ہے۔ یخاں درج عذر لئے فرمایا۔ یہ سوار بھی تو اچھے ہیں اور ان کے ماں یا پ ان سے بہتر ہیں۔ *داخڑۃ الطرا فی المکبرۃ فی مانیدا الحسن ارجح المطالب باب سوم ص ۲۵۵*

۱۹۔ ناسیبی و خارجی بحثتے ہیں کہ حضرت ابو بکر جناب سید البشر صلیم کو کہہ جوں پر اٹھا کر غار دوڑکرے گئے۔ مصنف "تلخ حیدری" اس واقعہ پر تقبیح کرتا ہے کہ ایسی طاقت حضرت ابو بکر میں کہاں سے اسی کہ بارہ نبیت کو اٹھایا۔ سے ایوب کر اگلہ بروشش گرفت دے نہیں حدیث است جو اسی ملکفت کو درکس پہنچان قوت آمد پیدا کر با رہنمتوت تو انہ کشید حضرت ابو بکر ایک ستر قبضے پتکے بزرگ ہن کے ساتھ رہا۔ اسی روزتہ العدنا جلد دوم دنیاریخ خیس پانچ بزرگ دہم کی تھیلیاں بھی موجود تھیں۔ وہ جناب مردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے مشکل پیارا کی چوپی پر اٹھا کر لے گئے تھا۔ لامک ستر جوان پہنچاون کی طاقت جناب درخدا ۲۳ رکھتے تھے۔ یہ یار لوگوں کے حل خوش کرنے اور سادہ لوحوں کو بچلانے کے ہمانے ہیں۔ جناب امیر المؤمنین علی المرتضیؑ کے دار رح و هر نبوت پر چڑھ کر خادم کجہ کے بھت گرانے کے مقابل یہ ترانے ہیں۔ مان لیا کہ ابو بکر بزرگی کا کام کرتے تھے اور کپڑوں کی ٹھہریاں دیندیں کے ترباز اندوں میں پھیری لگاتے تھرتے تھے۔ (تاریخ الاسلام جلد سوم باب دوم صفحہ اولی بحراۃ الحیوان) اس واسطے ان کو بوجھ احتجائے کی

عادت تھی ترا گر سرورِ عالم کو اٹھا یا ہمہ تران سے کون میں افضلیت ثابت ہوئی۔ بوجہ اسٹانا کو فضیلت نہیں۔ اگر خُرُس نے اپنے داماد کو اٹھایا تو کس پر احان کیا سی۔ یہ فطرہ منصبی فرض تھا۔ مگر روزا مص کے جھوٹے سے کھانیں ہیں۔

۲۰۔ فائزِ اللہ سینتہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ نے جناب رسولِ خدا

پر سکینہ نازل فرمائی۔ تاکہ وہ بھی یا ر غار کے ڈرے سے نرڈ رجایں۔ جنگ بدر میں اور سینہ میں سکینہ تسلی سید المرسلین اور ہمین سپر نازل ہو جکی ہے اور ہمیشہ نفرت و استعانت پرور و گارغز و اوت و جہاد میں جاہدین موسین کے سات میں حال رہی ہے۔ قریۃ تعالیٰ تم اذل اللہ سکینت علی رسولہ و علی المعنین و اذل جنودِ الالم تزوہ۔

رَأَى عَنِ النَّبِيِّ أَبَا بَكْرَ حَدَّثَهُ قَالَ تَكَلَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنْوَنِ النَّاسُ وَقَالَ مَرْتَدَةُ وَجْهِنْ فِي الْعَاسِلَوَانِ أَحَدُهُمْ نَظَرَ إِلَى تَدْهِيَةِ لَأَبِي صَرْنَا تَحْتَ قَدْمِيهِ قَالَ فَقَالَ يَا أَبُو بَكْرٍ مَا ظَنَدْتَ بِأَثْنَيْنِ اللَّهُرْ ثَالِثَهُمَا (دِيَكِهُو سِنْدَاحِ حَلْبِيْلِ مُطْبُورِ عَصْرِ جَرْزَهُ وَأَوْلَى مُسْنَدَيِّيْكِ الْصِّدِّيقِ صَلَّى سَطْرَيْلَا إِزِ اسْلَامِيَّهُ كَانَعِيْنَتَا دِرِّلَأَبِكِرِيْ جَارِيَيْلَا پِيْ)

ترجمہ: حضرت النبی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نے اسی سے بیان کیا کہ جس دن قوت وہ جناب سرورِ عالم کے ساتھ خارج ہیں تھے اور کفار و مشرکین پہنچ کے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ان کا فریض سے کوئی اپنے قدموں کی طرف نظر کرے تو ہم کو دیکھو یا اسے کام جناب سرورِ عالم کے فرمایا اسے ابو بکر تراکھاں خیال ہے ہم دونوں کیا تھیں ایسا تھیں ایسا ہے جو خاف فتو و ناصح ہیتی ہے۔

(ف) غار سے نکلنے کے بعد سفرِ مدینہ منورہ میں سرقوت بن یاکہ مشرک نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا کیا تو حضرت ابو بکر نے بھیجے مشرک دیکھا اور کہا۔ اتنیا یا رسول اللہ فقال لاتخزن ان اللہ معا۔ یا رسول اللہ فلعم اب ہم پکڑتے گئے۔ دشمن آپ سے بھی۔ آپ نے فرمایا کہا ہے کو

ربخ کرتا ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے (بخاری متو حجہ پ ۱۲۵ مطبع الحمد للہ) (الہم)
یہ جناب ابو بکر صاحب کادوس رعن ہے کہ باوجود درود رعایم مصلی اللہ علیہ وسلم
کے شیخ و نشیخ کے پھر بھی آپ کا حسن و نعم دور زہرا اور تمام سفر مریم میں
ڈرتے رہے۔

نکدست ابر میں صابر یہ تمام ہریں۔ یہاں ایک نکتہ پیش خدمت کرتا ہے
کہ کتب صحیحہ شیخی میں روایات موجود ہیں کہ بی عاشرہ کوہی میں
کہ اگر رات کی تاریکی میں ہماری سعید کم ہو جاتی تھی تو ہم اس لئے کی روشنی کی مدد
سے اس کو تلاش کر لیتے تھے جب بیشانی رسول مقبول میں چلتا ہے۔ صدیقہ اہل صنۃ
کا بیان اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آله و سلم
کی بیشانی مبارک روشن و مفسر رہتی تھی۔ یعنی عام لوگوں کے مقابلے میں رسول اللہ
کی علامت و شناختی نشان یہ تھا کہ آپ کی بیشانی کافور رات کو اجلا احتشام
اور ظاہر ہے کہ اس علامت سے کفار بھی آشتا تھے۔ لہذا جب ساری رات وہ
کھڑکا چاہو کر رہے اور پھر ہمیں رہے اور حضرت علی کو رسول خدا مجھے
سہے تو یقیناً ولیا ہی نور جاد ریں دھکتا ہوا ان کو دھاٹی دیتا رہا۔ اسی طرح
جب حضرت ابو بکر نے حضرت علی کو رسول کھوکھ کر آواز دی ان کو بھی ولیا ہی نور
لنظر کیا۔ یہ نظر ان حدیث نور واحدہ یعنی "میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں" کا
ثبوت پیش کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ رسول کی کمانا بہ وہی سوکتا ہے جس کا
نور ایک ہی ہے۔ اگر وہی روشنی نہ ہوتی تو کفار خواہ کم جائے کہ رسول گا اپنے
بستر میں موجود نہیں ہیں لہذا تمام کھیل بکڑ جاتا۔ پس حضرت امیر کار رسول اللہ
کے نور سے ہونا ایسی فضیلت ہے جو کسی دوسرے حبابی کو عاصل نہ ہو سکی۔

ححمدہ محب علمائے اہل صنۃ و ائمۃ ہبہتہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے
ہبہتکی ابہمیت کو نہ لاندا رکھ جاتے ہیں اور ان کا یاد
نور حسن حضرت ابو بکر کی رفاقت و فضیلت پر صرف ہوتا ہے حالانکہ اس واقع

میں ایسے عجوبات دو نہ ہوتے جن سے قدرت مخلوقات کی لفڑت اور تصدیقی رسالت مراکزتی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثبات ملتے ہیں چنانچہ کتب اہل سنت کی میں مرقوم ہے کہ جب اخافت^{۱۰}، ابو بکر اور سرہ سفر غار سے نکلے تو پہلے دن اسی قافلہ کا گذر شیخہ ام عبید پر ہوا یہ عورت مافروں کی تواضع داری کے لئے مشہور تھی۔ مافروں والی ٹھہر کا استراحت کیا کرتے تھے اور وہ عورت مہماں نوازی میں کوئی کسر اٹھانے رکھتی تھی۔ چنانچہ جب یہ مبارک قافلہ اس مقام پر آیا تو لوچھا کر کر چینہ کھانے کی دستیاب ہے؟ تو اس عورت نے جواب دیا کہ نہیں اگر قبیلہ ہوتا تو طلب سے قبل حاضر کرو یا جاتا۔ حضورؐ نے ایک گوشہ میں ایک بکری بندھی سرپی دیکھی۔ اخافت^{۱۱} نے دریافت کیا کہ یہ بکری کیوں بندھی ہے۔ ام عبید نے جواب دیا کہ کمزور و لا غریب ہے ریڑ کے ماتحت نہیں چل سکتی۔ حضورؐ نے فرمایا اجازت ہے کہ ہم اسے دو دیں۔ ام عبید نے کہا اگر دو دھمکیوں ہو تو بڑے شوق سے دوہ تھیں۔ حضورؐ نے اسم اللہ پڑھ کر بکری کے ٹھنڈوں کو دست مبارک لے کیا۔ برلن مانگا جو جملکے لکھا۔ حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں نے دو دھمکیوں کا دو دھمکیا۔ دوسری دھمکی پھر اسی بکری کو دھمکیا۔ یہ بھی سب نے میا۔ تیسرا دھمکھر برلن پھر گیا۔ اور وہ ام عبید کے لئے پھمکوڑ دیا۔ لیں آپ آگئے روانہ ہوئے۔ تجھے دیر بعد ام عبید کا شہر آنیا۔ شیخہ میں دو دھمکیا۔ اسی دھمکی کے ساتھ برلن دیکھ کر جان پھرگیا۔ سیوں کی سے پوچھا یہ دو دھمکیاں سے کہا ہے؟ ام عبید نے کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک مبتک شخص کے قدموں کی برکت کا تیکھا ہے۔ پس وہ بولا کہ یقیناً وہ صاحب قریش ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا تم ذرا اس کا اعلیٰ توبیاں کرو ام عبید نے جلوہ بیان کیا تو اس کی شوہر بولا کہ وہ تو صریح صاحب قریش ہے میں جاکر اس سے ملاقات کروں گا۔

اسناد کے اعشار سے ام عبید والی پر رایت بہت مشہور و محتاط ہے۔

کتب سیپریوتاریخ سے لے کر حدیث و تفسیر کی کتب میں بھی درج ہے۔ بارہ جو دیکھ

اس واقعہ سے ماٹر وہ حالت معلوم ہوتے ہیں پھر بھی اہل سنت علماء اس واقعہ کو جھپٹاتے ہیں اور بیان کرتے ہوئے کترلتے ہیں۔ اور اگر مجبوراً بیان بھی کریں تو قطع و ببرد کے ساتھ۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ جواب اس بعثتہ روایت ہی سے یجھے۔ چنانچہ علام حسین دیوار بکری اپنی تاریخ الحنفیں میں یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ۹

۱۰ علامہ زمخشیری (صاحب تفسیر کشاف) اپنی کتاب ربیع الاول بردار میں ہدیۃت جون سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما کم میسری طلب کئے خیلے پر اُتر سے تو آنحضرت ~~ج~~ مجیدہ دیر آرام فرمانے کے بعد بیدار ہئے اور بیانی طلب کر کے یا کوہ دھوکے اور کلی کی اور خیر کو گوشہ کی طرف بھول کا ایک جھیٹا ساد رخت نخا حضور مرنے اپنی کلی کاپانی اس پر پھیک دیتا۔ وہر سے روزہ ایک عظیم الشان درخت ہو گیا۔ اور بہت بڑے بڑے چین اس میں لے گئے جو درس کے رنگ کے تھے۔

۱۱ وہ س عرب میں خوشبو دار کھاس ہوتی ہے اور کپڑا زنگنے کے کام آتی ہے۔ اس میں اُنہیں عزیزی خوشبو آتی ہے۔ اس کا مرا امتل شہر کہ جو تاختا ہے اگر بھر کا کھلتے تو سیر سوچ جانا تھا۔ پیاسا سیراب ہو جاتا تھا۔ اور بیمار شفا پا جاتا۔ اور اگر اونٹ بابکی اس کے پتے کھالیتے تو ان کے دودھ کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس کو مبارکہ کہتے ہیں۔ اطراف و جواب سے لوگ آتے اور اس سے شفایا تے۔ تبرکات ساتھ بھی

۱۲ لے جاتے۔ ایک دن صبح مبارکہ کو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے پھولوں کرنے میں کوئی اور اس کے پتے چھڑتے ہوئے رنگ دا اس حالت سے ہم لوگوں کو طریقوں معلوم ہوا کہ اتنے میں جبر علت جناب رسول خدا صلیع معلوم ہوتی۔ اس کے تینیں برس بعد کیا دیکھتے ہیں کہ جبڑے سے روایا تک اس میں کانٹے لگ کر گئے ہیں اور تمام کچل جھوڑ گئے ہیں اور اس کی تانگی جاتی رہی۔ اتنے میں شہارت امیر المؤمنین علیؑ کی خبر مول ہوئی۔ پھر اس کے بعد اس درخت نے پھل نہیں دیا۔ بلکہ صرف اس کے پتوں سے ہم لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔ جھوڑے دنیں بعد کیا دیکھا کہ اس درخت

کے سامنے ستارہ خون جوش مار رہا تھا اور گل پتے اس کے خشک ہو گئے تھے۔ اس اثناء میں حضرت امام حسین کی شہادت کی خرمی۔ اس کے بعد وہ درخت بالکل خشک ہو گیا۔ اور تمیب ہے کہ اس درخت کا قصہ کیوں مشہور نہ ہوا۔ حالانکہ بڑی والے قصہ سے یہ بہتر قصہ تھا۔” (تاریخ المخیس جلد اول ص ۲۲۷)

نا فراسن اب بخوبی سمجھے سکتے تھے کہ اس طویل روایت کو بولوں کیوں نہیں سنایا جاتا اور اس کی تلفیض و قطع بیرید کسی نئے ضروری نیتیل کی جاتی ہے ر عرض اس نئے کہ اس سے فضیلت اہل بیت ؓ ظاہر سوچی ہے۔ یہیں اس پشم پوشی اور مرفوع القلی پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ سب ہم دیکھتے ہیں کہ بخاری صاحب نے تو شیخ حبیر حضرت علیؓ کے بستر رسولؐ پر سونے تک کا داقعہ بھی درج کرنا کوئا رہ نہ کیا۔

المختصر اگر حضرت ابو بکر کو محض شبیہ حبیر میں رفیق سفر ہونے پر فضیلت پانے کا حقدار سمجھا جائے تو پھر اس اہل ہبہ (چوہ مان بھی نہ تھا) کو اس اتفاق سے کیوں محروم سمجھا جاتے۔ پس بھیتیت ہبہ اس کو حضرت ابو بکر پر بھی فضیلت حاصل ہو گی۔ بہرحال ہم نے کتب اہل سنت میں مندرجہ روایات کی روشنی میں پربات واضح کر دی کہ نہ ہی حضرت ابو بکر سے جا ب رسولؐ خدا نے بدلہ چبڑ کوئی مشورہ کیا اور نہ ہی انہیں ساتھ لیا بلکہ اُنہی کے مقتد آپ انتہائی راندہ اور اس کے ساتھ اللہ کی رفاقت کے بھروسے پر تہار رواز ہوتے۔ اور حضرت ابو بکر بعد میں تعابت کرتے ہوئے ان سے جملے۔ نہ ہی کوئی اور شیوں والا قصہ رونما ہوا اور نہ ہی کسی سانپ نے ڈنگ مارا۔ نہ ہی حسنو گوکو انہوں نے کامن ھوں پر اٹھایا بلکہ غار میں خوفزدگی کے عالم میں گری کنال ہوئے اور رسولؐ مقبول نے ان کو تسلیاں دیں۔ ایسے حالات میں یہ سفر کی رفاقت ان کے لئے نہ ہما کسی فضیلت کا سبب ہو سکتی ہے اور نہ ہی منفیت کا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ واقعہ تقویص ثابت کرتا ہے۔

کسی شخص کی افضلیت ثابت کرنے کے لئے سب سے عمدہ معیار "علم" ہے۔ اسی ستر طریقہ خداوند علیہم نے خلقت آدم کے وقت فرشتوں اور آدم میں علم کو معیارِ فضیلت قرار دیا اور حضرت آدم کو علمی الحاظ سے فوقیت پانے کی صورت میں خلافت الہیہ کے لئے خود اللہ نے نامزد کیا۔ کائنات کی کوئی وجہ الیسی ہیں مل سکتی جو علم سے افضل تر رہا ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہو کا علم کے ماتحت ہو گا۔ قوتِ خواہ کیسی ہی ہو علم کے ناتیجے ہو گیا یہی وجہ ہے خداوند عظیم نے انسان کے اس دنیا میں قدمِ شخص سے پہلے ہی خالہ بالا میں اس مسلمان کو خود عملًا حل کر دیا۔ ملہندا جب کبھی کسی کی افضلیت کو جا چکنا پڑے تو بہترین بلکہ واحد طریقہ یہ ہے کہ اس شخص کے علمی مقام کی پڑناہ کی جاتے۔ اگر وہ علمی عیارِ فضیلت پر پورا اُتر آئے تو بلاشبہ وہ افضل ہو گا اور زہنیں چنانچہ ارشادِ خداوندی بابے کہ:

"جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں اپنا خلیفہ نہیں پر بیان تے والا ہوں تو (فرشتوں) نے کہا کیا تو ایسے شخص کو نائب بنانا ہے جو اس (نہیں) میں فراد پھیلاتے اور خون اسے زیاد کرے۔ اور (بنانا ہے تو ہم کریں) کہ ہم ہر یہی تسبیح کرتے ہیں جو کے ساتھ اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔ اللہ نے جواب دیا کہ جو (مصلحین) میں جانتا ہوں وہ تم ہمیں جانتے ہو۔ اور آدم کو تمام اسماء (کا علم) سکھا دیجئے۔ آدم کی حقیقت طاہر کرنے کے لئے (کچھ جو نام سکھائے تھے ان کو ساختے کیا) اور فرشتوں سے پوچھا کہ ان کے نام بتلائی۔ تب فرشتوں نے عاجزی سے عرض کیا کہ تو پاک پوچھنے ہے ہم تو اس کے سوا کچھ بھی نہیں جانتے جو تو نہیں بتایا ہے۔ بے شک تو ڈیا علیم و حکیم ہے۔ پھر آدم سے کہا اے آدم! تم (ان فرشتوں کو) ان کے نام بتلاؤ۔ پھر جب آدم نے (فرشتوں کو) ان لوگوں

کے نام تباریے تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب کیا/ فرمائیوں میں تم سے
نہ کھانا تھا کہ میں آسائیں اور زمین کے چھپے ہوتے راز کو جانتا ہوں اور جو
بچھے تم اب ظاہر کرتے ہو اور جو بچھے تم پھپائے ہوئے تھے میں وہ سب بچھے جانتا
ہوں۔" (البقرہ ۲۰ سے ۳۳ آیت ۷)

اس تصریح قرآن نے یہ فیصلہ ناطقہ فرمادیا کہ معیارِ فضیلت "علم" ہے۔
اور اسی مجلس سے یہ تابع بھی اخذ ہوئے کہ اللہ نے آدم کو خلیفہ خود بنایا۔
تاریخ خلافت و گرایت سر پر رکھا۔ علم لدنی سکھا کہ فرشتوں پر فوقيت عنشی۔
فرشتوں کی کثرت راستے، مشاورت، اجماع کو مقبول نہ کیا۔ شرطِ عبارت ایسیج و
تفصیلیں نظر انداز کر دی۔ بلکہ عرض علمی فضیلت کو معیار و شرط خلافت الہیہ قرار دیا۔
جب عصوم خلوق، قویٰ گروہ، عابد و راہب جماعت کا اجماع دشاؤفت درج ہوں کی گئی
 تو پھر غیر عصوم انسانوں کا اجماع، عبادت وزید اور شوریٰ خلافت میں کیونکہ
 دلیل تابیٰ درج ہو سکتے ہیں۔ پس غیف صرف وہ ہی ہو کا جس کو خلافت مانند
 خود بنائے اور اس کو تمام لوگوں پر علمی نووچ حاصل ہو۔

قریشی بھی علم ضرور کھستے کھے تھی تعالیٰ ہوئے نے آدم کے زمین پر خارہ
 ہوئے سپیلے ہی یہ اظہار کر دیا کہ فضاد پھیلائے کا اور سخن رینزیاں کرے گا۔
 یعنی عصوم فرشتوں کے فہم و ادراک کے مطابق "خنزیریزی" اور "فسار امیزی"
 خلافت الہیہ کی ہرگز دلیل نہیں ہے۔ پس جنگ و جدل، فتوحات ارضی، لشکر
 کشی اور فسادات ایسے صفات نہیں جو خلافت الہیہ کے لئے معیار یا سنشہ لاط
 ٹھہرائے جائیں۔ بلکہ خلیفۃ اللہ اور وحی رسول اللہ فرمی بزرگ ہو کا جو علمی تیات
 میں صاحب فضیلت ہو گا۔

پس چونکہ حضرت امیر المؤمنین علی ابی طالب علیہ السلام سے بڑھ کر
 سوائے اُن کے مریٰ سید کو نہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم علم لدنی "نافضل
 ہی، قاضی شریعت محمدیہ اور کوئی نہیں ہے جیسا کہ خود رسول مقبولی اور

اصحاب رسول ﷺ کے فرمودات سے پوری طرح ثابت ہے۔ اس لئے حضرت علیؓ حضرت ابو بکر سے من کل الوجہ افضل و برتر ہیں۔ اور ہم نے اور تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام کا علیٰ سرمایہ کچھ بھی دنیا میں تمام علمی گوشوں پر میر حاصل رہنے کے لئے کافی ہے جبکہ حضرت ابو بکر نے اپنے بھی کچھ نہیں حاصل رہا ہے۔ پس جب اُن کا علیٰ مقام ہی نہیں ہے تو چھروہ حضرت علیؓ علیہ السلام سے افضل کیوں کہر ہو سکتے ہیں۔ شخص ہجت کا واقعہ ان کی شان فضیلت کے لئے اس لئے کافی نہیں ہے کہ ایک تین ٹکڑے کو اسی صفت میں برابر کا شریک نہ کارہے بلکہ بڑھا ہوا ہے کہ رہبری پر ماورے ہے۔ سورہ توبہ میں آیت شب ہجت میں جو لفظ صاحب "حضرت ابو بکر کے لئے اعزاز سمجھا جاتا ہے تو وہ من کھڑت فضیلت ہے کیونکہ صاحب کا لفظ قرآن میں کفار کیلئے استعمال ہوا ہے اور حضرت یوسف کے ساتھی قیدیوں کے لئے بھی یہی لفظ آشنا ہوا ہے۔ پس یہ لفظ باعث فضیلت نہیں ہو سکتا۔ حضور ارم کا لا تحرن " فرمانا یعنی عذر طلب ہو کا کہا گر ابو بکر کا حزن اطاعت خدا و رسول ﷺ کے تحت تھا تو حضور مسیح امر میاڑ سے منع فرمایا معاذ اللہ علیکی سے منع فرمایا جو کہ ناقابل قبول بات ہے۔ پس " لا تحرن " کے الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کا حزن اپنے خیر پر مختصر رہتا اور نہ خیر پر مخالفت وار دہ مہوتی قرآن مجید میں نازل شدہ آیت کے یہ الفاظ اس نزاع و اختلاف کو ختم کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ کہ شب ہجت حضرت ابو بکر کا کردار عیار فضیلت یا شرط افضلیت قرار نہیں پاسکتا ہے۔ اور اس شب میں حضرت امیہ علیہ السلام کا ایسا راوی تھا کہ دارہ برخا طے سے حضرت ابو بکر کے کردار سے متفق، تابیٰ ستائش، لا نق صداق فرین اور باعث افضلیت ہے۔ یہ ایک الیٰ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ والسلام

عبدالکریم مشتاق